ہمدرد
نونہال
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

همدرد نونہال جولائی ۲۰۱۴ عیسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہال ہر ملک اور ہر قوم کی دولت ہوتے ہیں۔ مستقبل کے لیڈر اور مستقبل کے معمار وہی ہوتے ہیں۔ وہی ملک کے آیندہ وارث اور پرانی نسل کے جانشین ہوتے ہیں، اس لیے ہر ملک اور ہر قوم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کی صحت کا خیال رکھیں۔ انھیں بہتر سے بہتر تعلیم دیں اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اپنی ثقافت کی روشنی میں ان کی ایسی تربیت کریں کہ ان میں سے محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، سر سید احمد خاں، ڈاکٹر محمد اقبال اور محمد علی جناح جیسی شخصیتیں اُبھریں۔

رمضان شریف کا بابرکت مہینا آیا ہے۔ نونہالوں کے کردار اور شخصیت کی تعمیر کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔ اگرچہ امیر غریب، مرد عورت سب کا روزہ رکھنا بہت ہی اچھی بات ہے، لیکن نونہالوں کے روزے کی اور بات ہے۔ ان کے صوم وصلوٰۃ کی الگ شان ہے۔ کتنے اصرار سے اور کتنی عقیدت سے وہ اپنی امی سے کہتے ہیں کہ امی مجھے سحری کے لیے جلد جگائیے گا۔ پھر ماشاء اللہ پانچوں نمازیں باقاعدگی سے باجماعت پڑھتے ہیں۔ عصر ہی سے وہ افطاری کی تیاری میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ جب موقع ملتا ہے، تلاوت کرتے ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس مبارک مہینے میں ختمِ قرآن کی سعادت حاصل کرلیں۔ یہ وہ مہینا ہے جس میں نونہال کوئی بے معنی لفظ منھ سے نہیں نکالتے۔ کسی سے اُلجھتے نہیں۔ پانچوں نمازوں کے لیے تازہ وضو کرتے ہیں۔ اپنے کپڑے اور اپنا بدن پاک صاف رکھتے ہیں۔ بزرگوں کی عزت کرتے ہیں اور جس کو مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرتے ہیں۔

یہ تمام باتیں جو ہمارا دین سکھاتا ہے، کردار کے بنیادی پتھر ہیں۔ انھی پر کردار کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ اگر تمام نونہال ان اچھی باتوں کو اپنی عادت بنالیں اور ان کے ماں باپ اور استاد اس کام میں ان کی مدد کریں تو ہماری قوم کا مستقبل شان دار اور تابناک ہوگا۔ ☆

(ہمدرد نونہال فروری ۱۹۹۴ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

سب سے بڑا خیال یہ ہے کہ
دوسروں کا خیال رکھو

شکریہ، بہت بہت شکریہ! آپ کو خاص نمبر پسند آیا۔ ہمیں آپ کی تعریفوں سے خوشی ہوئی۔

ایک بات بتا دوں! ہم تو ہمدرد نونہال کے ہر شمارے کو خاص نمبر ہی سمجھتے ہیں اور اسی انداز سے، اسی لگن سے محنت کرتے ہیں۔ اچھی کہانیاں تلاش کرتے ہیں۔ ہم اپنے لکھنے والے دوستوں سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ ہمدرد نونہال کے لیے بہترین کہانیاں لکھ کر دیں۔

آج کل بعض لکھنے والے دوست ذرا مختلف قسم کی کہانیاں لکھنے لگے ہیں۔ نونہالوں کے لیے کہانیاں دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ محبت اور دوستی کے پیغام والی ہونی چاہییں۔ ہم ایسی ہی کہانیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ لڑائی، جھگڑے، دشمنی، نفرت اور بُرے جذبات کے کرداروں والی کہانیاں ہمدرد نونہال میں شائع نہیں کرتے، ہاں ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد، ذہانت اور شوخی شرارت سے کہانیوں میں لطف پیدا ہوتا ہے۔

اچھا رمضان المبارک کا مہینا آ گیا۔ نیکیوں کا مہینا ہے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں، نیک کام کرنے والوں کی قدر کریں۔ نیک کام کی قدر کرنا بھی نیکی ہے۔

جو نونہال ''ہمدرد نونہال'' پڑھتے ہیں، ان کو اچھا لگتا ہے۔ ہر اچھی چیز کی طرح ہمدرد نونہال بھی اپنے دوستوں کو پڑھوائیں۔ آپ کے حلقے میں جو نونہال رسالہ خرید نہیں سکتے، ان کو پڑھنے کے لیے دیں۔ اس کی تحریروں کے بارے میں ان سے باتیں کریں۔ آپ کو بھی زیادہ مزہ آئے گا۔

اچھا دوستو! خدا حافظ، باقی باتیں آئندہ مہینے میں ہوں گی۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے اپنے بھائی کو غلط مشورہ دیا، اس نے خیانت کی۔

مرسلہ: قمر ناز دہلوی، کراچی

حضرت عمر فاروقؓ

فتح اُمید سے نہیں، علم اور خدا پر یقین سے حاصل ہوتی ہے۔

مرسلہ: محمد حسان رضا خان، واہ کینٹ

امام ابو حنیفہؒ

لالچ کرنا مفلسی، بے غرض ہونا امیری اور بدلہ نہ لینا صبر ہے۔ مرسلہ: نادیہ اقبال، کراچی

شیخ سعدیؒ

دنیا میں وہی لوگ سر بلند رہتے ہیں جو تکبر کے تاج کو دور پھینک دیتے ہیں۔

مرسلہ: تسمینہ ادریس کھتری، کراچی

مامون الرشید

مال جمع کرنا آسان، لیکن اس کی حفاظت کرنا دشوار ہے۔ مرسلہ: کنول فدا حسین، فلوجہ کالونی

علامہ اقبال

میں اپنے استاد کی تصنیف ہوں۔

مرسلہ: نیگر بہار، مکران، بلوچستان

محترمہ فاطمہ جناح

آزادی کی حفاظت قوانین سے نہیں، جذبۂ عمل و ایثار سے ہوتی ہے۔

مرسلہ: تحریم خان، نارتھ کراچی

شہید حکیم محمد سعید

جب بھی وقت ملے اسے سستی اور بے کاری میں مت گزارو، اس کو کسی اچھے کام میں صرف کرو، چاہے اپنے لیے ہو یا دوسروں کے لیے۔

مرسلہ: الطاف حسین کالگرہ، حیدر

افلاطون

طلب علم میں شرم مناسب نہیں، کیوں کہ یہ شرم جہالت سے بہتر ہے۔ مرسلہ: عرشیہ نوید، کراچی

ولیم کوپر

کوئی بھی آدمی خالی پیٹ وطن کی ترقی کے لیے نہیں سوچ سکتا۔ مرسلہ: ناجیہ وسیم، کراچی

حمدِ باری تعالیٰ

محمد مشتاق حسین قادری

محبت میں اپنی بُلا میرے مولا

مجھے جامِ وحدت پلا میرے مولا

گناہ گار ہوں میں، خطا کار ہوں میں

تُو رحمت میں مجھ کو چھپا میرے مولا

تُو رکھتا جہاں میں سبھی کا بھرم ہے

تُو ہے بندہ پرور بڑا، میرے مولا

تُو رحمت کا اپنی عطا کر دے سایہ

ہر اک خوف سے تُو بچا میرے مولا

تُو برسا دے مشتاق پر ابرِ رحمت

مصیبت سے اس کو بچا میرے مولا

کبوتر یا فرشتہ

وقار محسن

یوں تو عمر کے ساتھ ساتھ جس طرح انسان کے جسم کے مختلف اعضا کم زور ہوتے جاتے ہیں، اسی طرح یادداشت بھی کم زور ہوتی جاتی ہے۔ اکثر ایک دو دن پہلے کی باتیں یاد نہیں رہتیں۔ قریبی ساتھیوں کے نام تک ذہن میں نہیں رہتے، لیکن کچھ یادیں اور باتیں اس طرح ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں کہ برسوں بعد بھی یاد رہتی ہیں۔ ایسا ہی واقعہ ذہن پر نقش ہے، جیسے کل ہی کی بات ہو۔

اس وقت ہماری عمر شاید آٹھ سال ہوگی۔ رمضان کا مہینا شروع ہوتے ہی ہمیں ضد ہو گئی کہ ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت روزے کے ثواب سے زیادہ ہماری نظروں میں مزے مزے کے کھانوں، طرح طرح کے شربت اور تحفے گھوم رہے تھے، جو ہم دوسرے بچوں کی روزہ کشائی کے موقع پر دیکھ چکے تھے۔

پچھلے سال تو باجی نے ہمیں ایک داڑھ کا روزہ رکھوا کر بہلا دیا تھا، لیکن اس بار ہم اڑ گئے کہ ہم ہر حال میں روزہ رکھیں گے۔ ہمارا آخری حربہ بھوک ہڑتال تھا، جس کے بعد اماں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ طے پایا کہ ہماری روزہ کشائی کی تقریب جمعۃ الوداع کو ہوگی۔

اللہ اللہ کر کے وہ خوشی کا دن آ پہنچا اور سحری کے وقت ہمیں اٹھا کر ہماری پسند کا مٹر قیمہ، پراٹھا، دودھ جلیبی اور کھجلا کھلایا گیا۔ فجر کی اذان سے کچھ پہلے ہم نے ایک گلاس دودھ اور پیا اور نماز پڑھ کر دادی کے ساتھ سو گئے۔

اس دن دس بجے تک کسی نے ہمیں نہیں اُٹھایا۔ آنکھ کھلنے کے بعد ہم عادت کے مطابق واش روم میں جا کر برش کرنے لگے، تا کہ جلد سے جلد ناشتے کی میز پر پہنچ جائیں۔

برش کرتے میں خیال آیا کہ آج تو ہمارا روزہ ہے۔ یہ خیال آتے ہی ہمیں پیاس اور بھوک محسوس ہونے لگی۔ باجی نے مشورہ دیا کہ کچھ دیر سیپارہ پڑھ کر ہم ان کے ساتھ لوڈو یا کیرم کھیل لیں۔ ہر کوئی کوشش کر رہا تھا کہ ہمارا دھیان بٹا رہے۔

دو بجے تک کا وقت ہم نے کھیل میں گزار دیا۔ اب ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہو رہی تھی۔ امی کے منع کرنے کے باوجود ہم لان میں املی کے درخت میں پڑے جھولے میں جھولنے چلے گئے۔

اب چار بج چکے تھے۔ ہمیں چکن کے کپڑے کا سفید کرتا اور سفید شلوار پہنائی گئی۔ باورچی خانے سے مختلف کھانوں کی خوش بوؤں نے ہماری بھوک میں اور اضافہ کر دیا۔ ہم ٹہلتے ہوئے مالی بابا رحیم کے کوارٹر میں چلے گئے اور بابا نے ہمارے اصرار پر پیلے دیو کی کہانی سنانا شروع کر دی۔ آج ہمارا دل کہانی میں نہیں لگا اور ہم نے بابا سے کہا: ''بابا! ہمیں بہت پیاس لگ رہی ہے۔

بابا نے کہا: ''کاکو بیٹا! باہر نیم کے پیڑ کے نیچے مٹکا دھرا ہے۔ گلاس نکال کر منھ پر چھپاکا مارلو۔ چاہو تو کلی بھی کرلو، مگر دھیان رہے کہ پانی حلق میں نہ جائے۔''

ہم نے باہر جا کر مٹکے سے پانی نکالا۔ منھ پر چھپاکا مار کر ہم نے سوچا کہ اگر ایک گھونٹ پانی پی لیا جائے تو یہاں کون دیکھے گا۔ دھڑکتے دل سے ہم نے جیسے ہی گلاس اپنے ہونٹوں کے قریب کیا تو نیم کی شاخ پر بیٹھا ایک سفید کبوتر جھپٹا اور گلاس ہمارے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

اسی دوران باجی ہمیں تلاش کرتی اِدھر آئیں اور ہمیں گود میں اُٹھا کر لان میں لے گئیں، جہاں ہماری روزہ کشائی کی تقریب منعقد تھی اور سارے مہمان جمع تھے۔ دستر خوان پر دہی بڑے، کئی قسم کے پکوڑے، آلو کی چاٹ، چھولوں کی چاٹ، بے شمار پھل

اور کئی قسم کے شربت رکھے ہوئے تھے۔ اب مغرب کی اذان میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔

دادی نے ہم سے کہا: ''بیٹا! درود شریف پڑھو۔'' درود شریف پڑھنے سے ہمیں سکون سا محسوس ہوا۔ سامنے رکھے ریڈیو پر روزہ کھولنے کی دعا کے بعد اذان شروع ہوئی اور ہم نے کھجور سے اپنا پہلا روزہ کھول لیا۔

آج نصف صدی کے بعد بھی جب ہمیں اس سفید کبوتر کا خیال آتا ہے تو لگتا ہے کہ شاید وہ کوئی فرشتہ تھا، جس نے ہمیں ایک بڑے گناہ سے بچالیا۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے نقل کی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ ''کیا یہ چھپ جائے گی؟'' ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم در یچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلاعنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

رمضان المبارک اور اخلاقی تربیت

نسرین شاہین

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے مہینے میں مسلمانوں پر روزے فرض کیے، روزہ ایک عظیم عبادت ہے، جو باعثِ صحت بھی ہے اور تربیت بھی۔ روزے کا مقصد ہماری اخلاقی تربیت ہے، تاکہ ہم نیک اور اچھے انسان بن جائیں۔ روزہ رکھنے سے صحت بھی بہتر ہوتی ہے، کیوں کہ روزہ رکھنے سے جسم کی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔''

روزے رکھنے والے بچوں کے لیے گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی یہ آسانی ہو گئی کہ اسکولوں کی چھٹیاں ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ سارا دن آرام کرتے یا ٹی وی، کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے رہیں، بلکہ اس آسانی کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ روزہ رکھیں، نمازیں اور تراویح ادا کریں، زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کریں اور اچھی اچھی کتابیں پڑھیں۔

ان سب کاموں کے ساتھ ساتھ اپنے اسکول کا کام بھی کریں، تاکہ اسکول کھلنے پر کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جو بچے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے وہ بہت سارے کام کر لیتے ہیں۔ وقت تو ویسے بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے اور رمضان میں تو خاص طور پر وقت کی قدر کرنے چاہیے۔ رمضان میں روزے، نماز اور قرآن شریف پڑھ کر اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ جو جتنا قرآن پڑھتا ہے، اتنا ہی وہ ثواب کماتا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھیں۔

رمضان المبارک رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور نعمتوں کا مہینا ہے۔ اس کی ہر

ساعت قیمتی ہے، اس لیے بہت زیادہ وقت سونے یا وقت ضائع کرنے والے دوسرے کاموں کے بجائے عبادت اور اچھے کاموں میں گزاریں تو رمضان کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ صرف روزہ، نماز اور قرآن پڑھنا ہی عبادت نہیں، بلکہ ہر اچھا اور نیکی کا کام عبادت کا درجہ رکھتا ہے اور ہر وہ کام جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے، نیکی کا کام ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے، عبادت میں وقت گزارنے اور دیگر ضروری کام کرنے کے ساتھ ساتھ رمضان میں عید کی تیاری بھی کی جاتی ہے۔ روزے پورے ہونے پر عید الفطر روزے داروں کا انعام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عید کی اصل خوشی روزے داروں کو حاصل ہوتی ہے۔ روزے میں انسان کی تربیت ہوتی ہے۔ بُرائیوں سے پرہیز اور نیکیاں حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی وجہ سے غریبوں اور مسکینوں کی بھوک پیاس کا خیال رہتا ہے اور ان سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہ جذبہ ہمیشہ رہنا چاہیے، تاکہ غریبوں کی مدد کی جاتی رہے۔

انسان کو سچی خوشی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب ہم کسی مستحق کی مدد کرتے ہیں۔ عید کے معنی بھی خوشی کے ہیں۔ رمضان کے ساتھ ہی عید الفطر کی تیاری بھی شروع ہو جاتی ہے اور یہ تیاری چاند رات تک جاری رہتی ہے۔ عید کی تیاریوں میں کپڑے، جوتے اور دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ دوستوں کو دینے کے لیے کارڈز اور تحائف بھی شامل ہوتے ہیں۔ تمام بچے عید کی تیاری بڑے جوش و خروش کے ساتھ کرتے ہیں۔ خوشی ان کے چہروں سے ظاہر ہوتی ہے، کیوں کہ ایک مہینے کی عبادت اور تربیت کے بعد عید کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام جو ملتا ہے۔

جن بچوں نے رمضان کے روزے رکھے، خوب دل لگا کر نمازیں ادا کیں اور

خوب قرآن پڑھا، ساتھ ہی بُرائیوں سے بچنے کی تربیت بھی حاصل کی تو یقیناً انھیں عید کی سچی خوشی حاصل ہوتی۔ زیادہ تر بچے تو نئے کپڑے اور جوتے پہن کر عید کی خوشی حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ صرف عارضی خوشی ہوتی ہے جو عید کے دن تک ہی محدود رہتی ہے۔ جوں ہی عید کے دن گزرے، کپڑے جوتے پرانے ہوئے اور عید کی خوشی بھی ختم ہوئی۔

سچی خوشی حاصل کرنے کی تربیت رمضان میں ملتی ہے۔ اگر ہم اس تربیت کا فائدہ نہ اُٹھائیں تو یہ تربیت ضائع جائے گی۔ ہمیں رمضان کی تربیت سے عید کی سچی اور دیرپا خوشی حاصل کرنی ہے تو اپنے غریب دوستوں کو عید کی خوشی میں شریک کریں۔ تعاون، خلوص، محبت، خدمت اور دوستی میں جو مزہ ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔

روزہ، نماز اور قرآن اپنی جگہ، ہم روحانی خوشی سے بھی سرشار ہوتے ہیں۔ کسی بھی مستحق اور غریب انسان کی ضرورت پوری کرنے سے، اس کی جائز مدد کرنے سے اور اسے اپنی خوشیوں میں شریک کرنے سے جو مسرت ملتی ہے اس کا احساس بہت طویل عرصے تک قائم رہتا ہے۔ خوشیاں بانٹنے سے بڑھتی ہیں، اس لیے رمضان میں روزے بھی رکھیں، عبادت بھی کریں اور عید کی تیاری کریں اور اس تیاری میں اپنے غریب رشتے داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کا بھی خیال رکھیں، تاکہ عیدالفطر کے دن روزوں کا انعام بھی ملے اور سچی خوشی بھی حاصل ہو۔ عید کا دن گلے شکوے بھلانے کا دن بھی ہے۔ اپنے دوستوں سے کوئی ناراضگی ہے تو اسے دور کرلیں۔ عید کے دن ان سے ملنے چلے جائیں۔ گلے ملنے سے دل کی کدورتیں دور ہوجاتی ہیں، لہٰذا اپنے ناراض دوستوں کو منالیں اور ہاں! خود بھی من جائیں یہی عید کا پیغام بھی ہے۔ آپ سب کو ہماری طرف سے ''پیشگی عید مبارک۔''

☆☆☆

علم

حبیب سیفی، دہلی

کام اچھے کرو، نیک صالح بنو
پنج وقتہ نمازیں ادا تم کرو

ہے ضروری یہ اول کہ قرآں پڑھو
علم و فن کی، مگر جستجو بھی کرو

سب زبانوں کے تم ترجمے بھی پڑھو
چاہتے ہو ترقی تو پڑھتے رہو

زندگی کے لیے چاہیے کچھ ہنر
جو سکھائیں تمھیں، قدر اُن کی کرو

کامرانی کا ہے پہلا زینہ یہی
قولِ زریں ہے یہ، جاہلوں سے بچو

اُنس و اخلاص کے بن کے پیکر جیو
ہر کسی سے فقط عاجزی سے ملو

سب کے دل کی دعائیں ملیں گی تمھیں
علم حاصل کرو اور آگے بڑھو

حرفِ حق پر بسر زندگی ہو سدا
ہے دعا یہ میری اور ترقی کرو

بھالو کا احسان

محمد اقبال شمس

افریقا کے علاقے میں ایک گھنا جنگل آباد تھا، جہاں قسم قسم کے جانور اور پرندے اپنی اپنی زندگیوں میں مگن تھے۔ جنگل کے ایک طرف دریا بہتا تھا، جو جانوروں کے پیاس بجھانے کے کام آتا تھا۔ زندگی یوں ہی رواں دواں تھی کہ ایک بھالو نہ جانے کہاں سے اس جنگل میں آ گیا۔ انجان جگہ پہ وہ کچھ سہما سہما دکھائی دیتا تھا۔ وہ جہاں سے گزرتا تھا، جنگل کے دوسرے جانور اسے پریشان نظروں سے دیکھتے تھے۔ بندروں نے تو حد ہی کر دی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر چیختے اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے۔ گویا وہ اپنی پریشانی کا اظہار کر رہے ہوں۔

اچانک ایک لومڑی کی نظر بھالو پر پڑی تو وہ جنگل کے بادشاہ شیر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: ''اے جنگل کے بادشاہ! ایک انجان بھالو نہ جانے کہاں سے آپ کی ریاست میں آ گیا ہے۔''

شیر بولا: ''ٹھیک ہے، تم اس پر نظر رکھو، کہیں وہ پڑوسی جنگل کا کوئی جاسوس نہ ہو۔''

لومڑی ادب بجالاتے ہوئے بولی: ''جو حکم جنگل کے بادشاہ!'' یہ کہہ کر وہ بھالو کی ٹوہ میں لگ گئی۔

بھالو، انجان راستوں پر یونہی چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر درخت پر لگے شہد کے ایک چھتے پر گئی۔ شہد بھالو کی مرغوب غذا ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ وہ چھتے کے قریب پہنچا اور مکھی رانی سے کہا: ''اے رانی مکھی! سفر کرتے کرتے میں بہت تھک

گیا ہوں اور بھوک سے بُرا حال ہے۔ کیا مجھے تھوڑا شہد مل سکتا ہے؟''

پہلے تو اس نے بھالو کو عجیب نظروں سے دیکھا اور پھر بولی: ''واہ! کیا خوب بات کہی۔ ہماری مزدور مکھیاں اتنی محنت اور مشقت سے پھولوں کا رس حاصل کر کے شہد تیار کرتی ہیں اور ہم تمھیں اتنی آسانی سے دے دیں۔ جاؤ اپنا راستہ ناپو۔''

یہ سن کر بھالو مایوس ہو کر آگے بڑھ گیا۔

لومڑی نے سارا دن بھالو پر نظر رکھی تھی۔ اچانک اس کی نظر ایک موٹے تازے خرگوش پر پڑی۔ لومڑی کو بھی بہت بھوک لگ رہی تھی۔ موٹے تازے خرگوش کو دیکھ کر اس کے منھ میں پانی بھر آیا۔ وہ فوراً اس کے پاس آئی اور مکاری سے بولی: ''اے جنگل کے سب سے تیز دوڑنے والے خرگوش! تم کتنے خوب صورت اور صحت مند ہو۔ تمھاری رفتار تو ایسی ہے کہ چیتا بھی مات کھا جائے۔''

اپنی تعریف سن کر خرگوش کی گردن اکڑ گئی۔

لومڑی دوبارہ بولی: ''دیکھو میری ٹانگ پر چوٹ لگ گئی ہے اور مجھے چلنے میں کافی دقت محسوس ہو رہی ہے اور مجھے گھر جلدی پہنچنا ہے۔ میرے کچھ مہمان آرہے ہیں۔ کیا تم مجھے سہارا دے کر میرے گھر تک پہنچا سکتے ہو؟''

خرگوش نے جو اپنی تعریف سن کر پھولے نہیں سما رہا تھا، فوراً رضامندی ظاہر کر دی۔

اس سے پہلے کہ خرگوش لومڑی کے قریب آتا اور وہ خرگوش کو دبوچتی، بھالو جو قریب ہی کھڑا یہ سب نظارہ دیکھ رہا تھا، فوراً بولا: ''اے نادان خرگوش! اپنی جھوٹی تعریف سن کر خوش نہ ہو۔ کیا تجھے اس کے لہجے میں چھپی مکاری محسوس نہیں ہوئی؟ اس کی ٹانگ پر

کوئی چوٹ نہیں، بلکہ یہ مکار اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے تجھے ورغلا کر آسانی سے شکار کرنا چاہتی ہے۔''

یہ کہہ کر بھالو تیزی سے لومڑی کی طرف لپکا۔ لومڑی تیزی سے بھاگتی ہوئی درختوں کے جھنڈ میں غائب ہوگئی۔ بھالو خرگوش سے بولا: ''دیکھا تم نے، وہ جھوٹی تھی۔ یاد رکھو تمھارے منھ پر تمھاری تعریف کرنے والا خوشامدی ہوتا ہے یا جھوٹا۔ اصل تعریف تو وہ ہوتی ہے جو تمھارے پیٹھ پیچھے کی جائے۔'' خرگوش اس کی باتوں کو سمجھ گیا اور اسے احسان مند نظروں سے دیکھتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔

لومڑی کو بھالو پر بے حد غصہ تھا۔ بھالو نے اس کا شکار چھینا تھا۔ اب وہ اس سے بدلہ لینا چاہتی تھی۔ وہ فوراً شیر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گڑگڑاتے ہوئے بولی:

''بادشاہ سلامت! آج تو حد ہوگئی۔ اس بھالو نے میرے ہاتھ آیا ہوا شکار بھگا دیا۔ جب میں نے اس سے کہا کہ میں تمھاری شکایت شیر بادشاہ سے کروں گی تو کہنے لگا کہ میں کسی بادشاہ شیر سے نہیں ڈرتا۔ میں خود اس جنگل کا بادشاہ ہوں۔ میں کسی بادشاہ کو نہیں مانتا۔'' لومڑی نے شیر کو ورغلانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا۔

یہ سن کر شیر غصے سے دہاڑا اور بولا: ''اس کو اس گستاخی کی سزا ضرور دوں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔'' یہ کہہ کر وہ لومڑی کے ساتھ غار سے باہر آیا اور بھالو کی تلاش میں لگ گیا۔

جلد ہی اسے بھالو نظر آیا۔ لومڑی چیخی: ''بادشاہ سلامت! یہ رہا آپ کا گستاخ۔''

شیر دہاڑا: ''تمھاری یہ مجال میری شان میں گستاخی کرو۔ تمھیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا پنجہ مار کر اسے زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر لومڑی خوش ہوگئی۔

دن گزر گیا تھا۔ رات ہو چکی تھی، مگر وہ رات اس جنگل کے باسیوں کے لیے نہایت خوف ناک تھی۔ اس رات ایسی طوفانی بارش ہوئی کہ جنگل کے بہت سے درخت گر گئے۔ چرند پرند گھروں سے بے گھر ہو گئے۔ دن کا اُجالا ہونے والا تھا۔ رات بھر برسنے والی طوفانی بارش تھم چکی تھی۔ کل تک جو جنگل پرندوں کی چہچہاہٹ، کوئل کی کوک، بندروں کی چیخوں سے گونجتا تھا، آج خاموش تھا۔ بادشاہ شیر بھی اپنے غار میں کل کی طوفانی بارش سے بے خبر نیند سے بیدار ہو چکا تھا۔ وہ حسبِ معمول اپنے وقت پر بیدار ہوا تھا، مگر آج اسے پہلے کے مقابلے میں سورج کی روشنی کم محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جب غار کے دہانے کے پاس آیا تو ہکا بکا رہ گیا۔ غار کے دہانے پر ایک بڑا سے درخت گرا ہوا تھا۔ صرف تھوڑی سی درز باقی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ غار میں سورج کی روشنی کم پہنچ رہی تھی۔ شیر کا باہر جانے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ جنگل بھر میں راج کرنے والا شیر آج بے بس ہو کر کسی کی مدد کا محتاج ہو گیا تھا۔ اتفاق سے لومڑی بھی غار کے نزدیک پہنچی۔ اچانک شیر کو درز میں سے لومڑی کا چہرہ نظر آیا۔ وہ زور سے بولا: ''اس درخت کو فوراً یہاں سے ہٹاؤ، تاکہ میں یہاں سے نکل سکوں۔''

لومڑی کھانستے ہوئے بولی: ''اے بادشاہ سلامت! آپ کو تو معلوم ہے کہ میری طبیعت آج کل کچھ ٹھیک نہیں رہتی ہے۔ بہت نقاہت ہو گئی ہے۔ میں بھلا درخت کو کیسے ہٹا سکتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ فوراً وہاں سے رفو چکر ہو گئی۔ اس نے مکاری سے اپنی جان چھڑائی۔

اتفاق سے بھالو بھی وہاں پہنچ گیا۔ جب اس نے شیر کو غار میں بند دیکھا تو اس نے

زور لگا کر اس درخت کو ہٹا دیا۔ شیر فوراً باہر نکلا اور بھالو کا شکریہ ادا کیا۔ اسے شرمندگی بھی محسوس ہو رہی تھی کہ اس نے اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا، مگر بُرائی کے بدلے اس نے نیکی سے کام لیا۔ شیر کو جب اس بات کا علم ہوا کہ لومڑی نے غلط بیانی سے کام لیا تھا تو اسے لومڑی پر مزید غصہ آیا۔ لومڑی ایک درخت کے پیچھے چھپی یہ سب نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے جب شیر کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے تو وہاں سے وہ فوراً دُم دبا کر بھاگی۔ بھالو بھی اپنی راہ ہولیا۔ اچانک چلتے چلتے اس کے قدم رک گئے۔ اس نے دیکھا کہ جس درخت پر شہد کا چھتا تھا، وہ بھی گرا ہوا تھا۔ اس نے چھتا اُٹھایا اور کسی محفوظ مقام پر رکھ کر چل دیا۔ رانی مکھی جو یہ سب دیکھ رہی تھی اس نے بھالو کو آواز دی۔ بھالو اس کی آواز پر رکا تو وہ بولی: ''اے نیک دل بھالو! کیا تم شہد کھانا پسند کرو گے؟''

بھالو نے فوراً ہاں میں سر ہلا دیا۔ رانی مکھی نے اسے ڈھیر سارا شہد دیا، جسے وہ مزے لے لے کر کھانے لگا۔

بھالو نے شیر اور رانی مکھی سے بدلہ لینے کے بجائے ان پر احسان کیا، جس کا پھل اسے خوب مل گیا۔ باقی زندگی اس نے جنگل میں آرام سے گزاری۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

تصویر بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے ذہن سے مختلف شکلیں الگ الگ بنائیں، جیسی شکلیں اوپر بنی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اب ان شکلوں کو اپنی مرضی سے ترتیب دے کر ایک پوری تصویر بنائی جا سکتی ہے، جیسی نیچے ایک فریم میں اوپر والی شکلوں کو ترتیب سے لگایا گیا ہے۔ آپ یہ ترتیب بدل بھی سکتے ہیں۔

اوپر دی ہوئی شکلوں کے علاوہ بھی اپنی پسند کی شکلیں بنا کر ایک فریم ترتیب دے سکتے ہیں۔ ☆

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

نرم بستر

مرسلہ : اسامہ ظفر راجا، سرائے عالمگیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اُم المومنین حضرت حفصہؓ ٹاٹ کا ایک ٹکڑا دُہرا کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے لیے بچھا دیتی تھیں۔ ایک دن انھیں خیال آیا کہ چار تہ کر کے بچھا دوں تو کچھ نرم ہو جائے گا۔ چناں چہ حضرت حفصہؓ نے چار تہ کر کے بچھا دیا۔ صبح اُٹھ کر حضورؐ نے پوچھا: ''حفصہؓ! رات کیا بچھایا تھا؟''

حضرت حفصہؓ نے جواب میں کہا: ''حضورؐ! وہی ٹکڑا تھا، بس چار تہ کر کے بچھا دیا تھا۔''

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ''اسے ویسا ہی کر دو، جیسا پہلے تھا، اس کی نرمی صبح کو اُٹھنے نہیں دیتی۔''

علم کی عظمت

مرسلہ : حفصہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ

خلیفہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں اس دور کے ایک عظیم عالم محسن ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی سے ملاقات ہو گئی۔ خلیفہ گھوڑے سے اُترے، با ادب مصافحہ کیا اور پوچھا: ''آپ میرے دربار میں کیوں نہیں آتے؟''

حضرت کسائیؒ نے جواب دیا: ''مجھے مطالعے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔''

خلیفہ نے کہا: ''اس قدر پڑھنے کا کیا فائدہ؟''

انھوں نے فرمایا: ''ایک فائدہ تو یہ ہے کہ خلیفہ گھوڑے سے اُتر کر خود با ادب مصافحہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔''

پاکستان کی سب سے پہلی خواتین

مرسلہ : ایم اسلم مغل، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ صدارتی امیدوار : محترمہ فاطمہ جناح

☆ گورنر سندھ، چانسلر، سفیر : بیگم رعنا لیاقت علی خاں

☆ انجینئر مائیکروسافٹ : کم عمر ارفع کریم

☆ پائلٹ : محترمہ شکریہ خانم

☆ اسپیکر قومی اسمبلی : ڈاکٹر فہمیدہ مرزا

☆ کوہ پیما : محترمہ ثمینہ بیگ

☆ گورنر اسٹیٹ بینک : محترمہ شمشاد اختر

☆ وائس چانسلر : محترمہ کنیز یوسف

☆ وزیراعظم : محترمہ بے نظیر بھٹو

☆ وزیر خزانہ : محترمہ حنا ربانی کھر

پیروڈی

مرسلہ : فرازیہ اقبال، عزیز آباد

سر پھٹنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری مار تھی، اب یاد آیا
بھاؤ پوچھا تھا جو کل آنے کا
سنتے ہی ہم کو تو رب یاد آیا
گالیاں آپ کے منھ سے سن کے
آپ کا نام و نسب یاد آیا
قرض ہم اُس کا چکاتے، لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا
سر کے ٹانکوں میں اُٹھی ہیں ٹیسیں
جب تیرا غیض و غضب یاد آیا

عجیب وہم

مرسلہ : نادیہ اقبال، کراچی

فرانس کا مشہور فاتح نپولین بونا پارٹ ایک عجیب وہم میں مبتلا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سفید گھوڑے پر بیٹھ کر فوج کی کمان کرتے ہوئے اسے کبھی شکست نہیں ہوسکتی۔ اس کی آخری جنگ ''واٹرلو'' کے مقام پر ہوئی تھی۔ وہ انگریز جرنیل نیلسن کا مقابلہ کر رہا تھا۔ جنگ کے دوران اس کا سفید گھوڑا مارا گیا تو وہ اُچھل کر قریب کھڑے ایک خالی گھوڑے کی پیٹھ پر چڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد اسے احساس ہوا کہ اس گھوڑے کا رنگ سیاہ ہے۔ نپولین بونا پارٹ کو ایک دم سے وہم نے آدبوچا اور وہ یہ جنگ ہار گیا، کیوں کہ وہ اپنے وہم کی وجہ سے حوصلہ ہار گیا تھا۔ شکست کے بعد اسے قیدی بنالیا گیا۔ وہم بُری چیز ہے۔

غلطی

مرسلہ : تسمینہ ادریس کھتری، کراچی

بہت سے لوگ اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتے اور فرشتہ ہونے کا دعوا کرتے ہیں۔ اگر آپ کچھ سیکھنا چاہیں تو آپ کی ہر غلطی آپ کو سبق دے سکتی ہے۔ جو انسان کوئی غلطی نہیں کرتا وہ کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔ جو یہ نہ مانے کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے، وہ ایک کے بعد دوسری غلطی کرتا ہے۔

غلطیاں بے وقوف اور عقل مند دونوں سے ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بے وقوف کو آخر تک احساس نہیں ہوتا اور عقل مند کو فوراً ہو جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں

مرسلہ : مشعل نایاب، کراچی

☆ پاکستان کا پہلا سکہ ۱۹۴۸ء میں جاری ہوا۔

☆ پھولوں کا ملک ہالینڈ کہلاتا ہے۔

☆ ہمینگ برڈ دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ ہے۔

☆ دنیا میں ٹی وی کا پہلا کام یاب تجربہ ۱۹۲۶ء میں ہوا۔

☆ سعودی عرب میں کوئی سینما گھر نہیں ہے۔

☆ پیٹرول سے چلنے والی موٹر کار ۱۸۸۶ء میں ایجاد ہوئی۔

نقل کے لیے عقل

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

امریکا کے ایک سابق صدر نے ایک مرتبہ اپنے چند دوستوں کو وائٹ ہاؤس میں کھانے کی دعوت دی۔ امریکی صدر کے یہ دوست کھانے پینے کے آداب سے ناواقف تھے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کھانے کی میز پر صدر کی نقل کریں گے۔ کھانے کا مرحلہ بخیر و خوبی گزر گیا، پھر میز پر کافی رکھی گئی۔ صدر نے طشتری لی اور اس میں کافی انڈیلی، مہمانوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد صدر نے کافی میں چینی اور کریم ملائی۔ مہمانوں نے بھی صدر کی نقل کی، مگر مہمانوں کو اس وقت بڑی مشکل پیش

آئی جب صدر نے وہ تشتری فرش پر رکھ دی اور اپنی پالتو بلی کو بلانے لگے۔

دنیا میں سب سے بڑا

مرسلہ : زرین خان سرگودھا

☆انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔

☆گرین لینڈ جو کہ شمالی امریکا کے شمال مشرق میں واقع ہے، دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔

☆ایشیا دنیا کا سب سے بڑا براعظم ہے۔

☆مشتری نظامِ شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے۔

☆ صحارا (صحرائے اعظم) دنیا کا سب سے بڑا ریگستان ہے۔

☆بحرالکاہل دنیا کا سب سے بڑا سمندر ہے۔

رپورٹ کارڈ

مرسلہ : محمد سلمان اقبال، لاہور

استاد نے شاگرد کے والد سے کہا: ''آپ کا بیٹا فیل ہو گیا ہے۔ ذرا اس کی رپورٹ کارڈ دیکھیں۔''

انگلش	: ۲۰
ریاضی	: ۱۵
اردو	: ۱۸
فزکس	: ۱۳
کیمسٹری	: ۱۵
بیالوجی	: ۱۷
ٹوٹل	: ۹۸

والد نے کہا: ''ٹوٹل میں تو بچے نے کمال ہی کر دیا ہے۔ یہ مضمون کون پڑھا رہا ہے؟ ٹیچر نے بڑی محنت کی ہوگی۔''

سائنسی معلومات

مرسلہ : عبدالرحمٰن قیصر زمان، کراچی

☆سمندری جانوروں میں سب سے وزنی دماغ وہیل کا ہوتا ہے، جو کہ نو کلوگرام ہے۔

☆مشروم جسے لوگ شوق سے کھاتے ہیں، یہ کوئی پھل یا سبزی نہیں، بلکہ پھپھوندی کی ایک قسم ہے۔

☆ہیرا اور کوئلہ ایک ہی چیز کی دو مختلف شکلیں ہیں۔

☆☆☆

گرمی

جوش ملیح آبادی

پھر زمانہ جون کا آیا در دوزخ کھلا
آگ برسی غیظ سے پھر تمتما اٹھی فضا

خیر ہو یارب! کہ پھر برہم مزاج نار ہے
جو کرن ہے، خون میں ڈوبی ہوئی تلوار ہے

پھر چھُپے پیڑوں کے پتوں میں چھپے جا کر طیور
اِنتہا پر آ گیا پھر تیز سورج کا غرور

ایک ہنگامہ سا برپا ہے زمیں سے تا فلک
رنگ سبزے سے اُڑا ہے، سینۂ گُل سے مہک

چرخ پر چھایا ہوا ہے ہر طرف گرد و غبار
چڑھ گیا ہے دھوپ کی تیزی سے دنیا کو بخار

حلق میں کانٹے پڑے، ہونے لگا پھر رنگ زرد
کنپٹی کی رگ چلی پیہم، اٹھا پھر سر میں درد

اس جگہ بالو ہے، بہتے تھے کبھی دریا جہاں
اوڑھ کے ذروں کی چادر، سوگئی ہیں ندیاں

پتیوں کے سائے میں بھونرے ہیں تھراتے ہوئے
یہ بگولے خشک میدانوں میں بَل کھاتے ہوئے

سرخ ذروں کی حرارت، گرم سورج کی لپک
چار پائے جھیل میں ڈوبے ہوئے گردن تلک

واحد بھائی کی کارستانی

نوشاد عادل

دفتر میں یہ بات سب نے نوٹ کی تھی کہ پٹیل صاحب کچھ روز سے پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ واحد بھائی ان کے نزدیک بیٹھتے تھے، لہٰذا انھوں نے سب سے پہلے پٹیل صاحب کی پریشانی کو محسوس کیا۔ واحد بھائی اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے پٹیل صاحب کی حرکتیں دیکھتے رہتے تھے۔ کبھی پٹیل صاحب کام کرتے کرتے بڑبڑانے لگتے، کبھی دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیتے، کبھی غصے کا اظہار کرتے ہوئے ہوا میں مکا لہراتے۔

ایک دن تو پٹیل صاحب نے حد ہی کر دی۔ واحد بھائی کافی دیر سے انھیں غور سے دیکھ رہے تھے۔ ایک مکھی پٹیل صاحب کو تنگ کر رہی تھی۔ کبھی وہ کان پر بیٹھ جاتی، کبھی ناک پر اور کبھی آنکھوں کے سامنے چکر کاٹتی رہتی۔ پٹیل صاحب کرانے کے انداز میں ہوا میں ہاتھ لہرا رہے تھے۔ ایک بار پھر مکھی ان کی ناک پر بیٹھی۔ پٹیل صاحب نے ایک گھونسا مکھی کے مارا اور انھیں زبردست چکر آ گئے۔ تھوڑی دیر تک انھیں اپنی نظروں کے آگے چڑیاں چہچہاتی ہوئی دکھائی دیتی رہیں۔ ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو انھوں نے غصے میں مکھی کو تلاش کیا۔ مکھی ان کے سامنے میز پر بیٹھی فاتحانہ انداز میں اپنی اگلی دو ٹانگیں مسل رہی تھی۔

پٹیل صاحب نے زبان دانتوں تلے دبا کر پیپر ویٹ اُٹھایا اور......

ریاض بھائی حسب عادت اپنی نشست پر سو رہے تھے۔ دھماکے کی آواز سن کر بھی وہ سوتے ہی رہے۔ ڈاکٹر صاحب عدسہ لے کر کسی جاسوس کی طرح ایک کتاب پر جھکے

ہوئے تھے۔ دھماکا ہوا تو وہ کھڑکی سے باہر جھانکنے لگے اور بڑبڑائے: ''کسی نے آواز دی ہے شاید۔''

سب سے پہلے اکرم اور واحد بھائی، پٹیل صاحب کے پاس پہنچے۔

اکرم نے پیپر ویٹ دیکھتے ہوئے پوچھا: ''ایمبولینس کو بلواؤں پٹیل صاحب؟''

پٹیل صاحب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ واحد بھائی نے اکرم سے پوچھا: ''ایمبولینس کیوں؟''

اکرم کہنے لگا: ''ان کو پاگل خانے کیسے لے جائیں گے؟''

اتنے میں ڈاکٹر صاحب آ کر کہنے لگے: ''بھئی میں ذرا باہر جا رہا ہوں...... ابھی کسی نے مجھے آواز دی ہے یا کوئی ملنے آیا ہے یا پھر کسی کو مدد کی ضرورت ہے۔'' یہ کہہ کر وہ چل دیے۔

اکرم دوبارہ بولا: ''ڈاکٹر صاحب کے لیے بھی ایمبولینس منگوانی پڑے گی۔ ان کے کان پتا نہیں کہاں کہاں کی آوازیں سن لیتے ہیں۔''

واحد بھائی نے سوال کیا: ''خیریت تو ہے نا پٹیل صاحب؟''

پٹیل صاحب کھوئے کھوئے انداز میں بولے: ''مکھی تنگ کر رہی تھی مجھے۔''

اکرم ہنس کر بولا: ''اور آپ پیپر ویٹ سے مکھی کو مار کر اسے سزا دے رہے تھے؟''

واحد بھائی نے اکرم سے کہا: ''اکرم! تم جاؤ، مجھے پٹیل صاحب سے بات کرنی ہے۔''

اکرم چلا گیا تو واحد بھائی نے کرسی کھسکا کر پٹیل صاحب کے قریب کی اور دھیمی

آواز میں پوچھا: ''اب بتائیں کیا پریشانی ہے آپ کو..... اسپغول کی بھوسی کی ضرورت تو نہیں ہے نا؟''

ہمدردی کے دو میٹھے بول سن کر پٹیل صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ واحد بھائی نے جلدی سے کہا: ''ارے! اس میں رونے کی کیا ضرورت ہے، بلاوجہ مجھے شرمندہ نہ کریں۔''

''آپ شرمندہ ہوتے بھی کہاں ہیں۔ ایک نمبر کے ڈھیٹ ہیں۔ میری آنکھوں میں اس لیے آنسو آگئے تھے کہ پیپر ویٹ لگنے سے میری پنسل ٹوٹ گئی ہے۔'' پٹیل صاحب نے رومال سے آنسو صاف کیے۔

''آپ اتنے دنوں سے پریشان کیوں ہیں؟ مجھے بتائیں، شاید میں کوئی مدد کرسکوں۔''

پٹیل صاحب نے انھیں دیکھا، اُن کی آنکھوں میں اُمید کی موم بتیاں جل اُٹھی تھیں۔ پھر وہ بولے: ''اے بھائی! اصل میں میرے بڑے بھائی صاحب ہیں نا......''

واحد بھائی نے جلدی سے اُن کی بات کاٹ کر کہا: ''بڑے بھائی بھی پٹیل ہی ہوں گے؟''

پٹیل صاحب نے سر کی طرف اشارہ کیا: ''وہ بیچ میں سے گنجے ہیں۔''

واحد بھائی نے سر ہلایا: ''اوہ! تو وہ گنجو پٹیل ہیں۔ پھر کیا ہوا انھیں، موت آگئی؟''

پٹیل صاحب تھوڑا سا ناراض ہو کر بولے: ''اللہ نہ کرے اُن کو موت آئے۔''

واحد بھائی ہنسنے لگے: ''آپ کا مطلب ہے موت نہ آئے، بس وہ قیامت تک بڈھے ہوتے رہیں؟ آپ چھوڑیں یہ باتیں، مسئلہ بیان کریں۔''

پٹیل صاحب تھوڑا رُک کر کہنے لگے: ''میرے بھائی صاحب نے دو فلیٹ خرید کر کرائے پر دیے ہوئے ہیں۔ ایک فلیٹ میں شریف آدمی رہتا ہے۔ دوسرے میں جھگڑالو آدمی ہے، جس نے کئی ماہ سے کرایہ نہیں دیا۔ بھائی صاحب اُس سے فلیٹ خالی کرانا چاہتے ہیں، مگر وہ خالی نہیں کرتا ہے اور نہ کرایہ دے رہا ہے۔ اُلٹا دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں فلیٹ اس وقت خالی کروں گا جب مجھے دو لاکھ روپے دو گے۔''

واحد بھائی سوچ میں پڑ گئے: ''اگر یہ مشن مجھے دے دیا جائے تو میں اس جھگڑالو آدمی کو دو لاکھ کے بجائے دو لاتیں مار کر نکال دوں گا، مگر مجھے کیا ملے گا؟''

پٹیل صاحب خوش ہوتے ہوئے بولے: ''پانچ سو روپے دوں گا۔''

واحد بھائی کا دماغ بھنا گیا: ''وہ بھی دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی ٹکٹی دانے خرید کر معصوم بچوں میں بانٹ دینا۔''

پٹیل صاحب بولے: ''تو پھر کتنے؟''

واحد بھائی ماہر بزنس مین کی طرح بولے: ''پچاس ہزار.....''

اگلے لمحے انھوں نے دیکھا کہ پٹیل صاحب کرسی سے اچانک ہی غائب ہو گئے ہیں۔ واحد بھائی نے آواز دی: ''پٹیل صاحب؟''

پٹیل صاحب آہستہ آہستہ میز کے نیچے سے نکل کر کرسی پر دوبارہ بیٹھ گئے۔ وہ پچاس ہزار کا سن کر گر گئے تھے۔

واحد بھائی نے انھیں زندہ دیکھ کر شکر ادا کیا اور بولے: ''تو پھر کیا کہتے ہیں؟''

پٹیل صاحب مری مری آواز میں بولے: ''سودا منظور ہے۔''

......☆......☆......

سودا طے پانے کے بعد واحد بھائی نے ایک پرچے پر فلیٹوں کے ایڈریس لکھوا لیے۔ پٹیل صاحب نے انھیں بتا دیا تھا کہ دونوں فلیٹ دوسری منزل پر آمنے سامنے ہیں۔ جب وہ راہ داری میں آئیں گے تو اُلٹے ہاتھ والا فلیٹ جھگڑالو آدمی کا ہے، وہی فلیٹ خالی کروانا ہے۔

اگلے روز واحد بھائی آفس آئے۔ انھوں نے جلدی جلدی اپنا کام نمٹایا اور آدھے دن کی چھٹی لے کر اپنے مشن کی تیاری کرنے لگے۔ انھوں نے اب تک کسی کو اس کام کی ہوا لگنے نہیں دی تھی۔ چھٹی لے کر جانے سے پہلے انھوں نے شعبے کا جائزہ لیا تھا۔ اکرم موبائل فون پر باتیں کر رہا تھا۔ سلیم بھائی دماغ تیز کرنے کی دوا پی رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب خالی ہاتھ اور خالی دماغ بیٹھے خواہ مخواہ خالی منھ چلا رہے تھے۔ ریاض بھائی کے خراٹے ان کے موجودگی کا اعلان کر رہے تھے اور شعبے کے سب سے پرانے انسان شکیل صاحب قیلولہ فرما رہے تھے۔ انھوں نے آنکھوں پر رومال رکھا ہوا تھا اور پٹیل صاحب کسی کام سے دوسرے شعبے میں گئے ہوئے تھے۔

واحد بھائی نے میدان صاف دیکھا۔ موقع اچھا تھا، لہٰذا وہ وہاں سے کھسک لیے۔ باہر آ کر انھوں نے رکشا کیا اور پرچے پر لکھے ہوئے ایڈریس پر جا پہنچے۔ اپارٹمنٹس کی راہ داری میں آ کر انھوں نے دوسری منزل پر بنے فلیٹ دیکھے اور اُلٹے ہاتھ والے

فلیٹ کے سامنے آ کر رک گئے۔ اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ موقع غنیمت جان کر انھوں نے پہلے سے لکھا ہوا ایک کاغذ نکالا اور اس فلیٹ کے دروازے کے نیچے سے اندر کھسکا دیا، پھر دروازے کی گھنٹی بجائی اور تیزی سے زینے کی جانب دوڑ لگا دی۔

پھر انھوں نے گھر پہنچ کر ہی سانس لی۔ مشن کا پہلا مرحلہ کام یابی سے مکمل ہو گیا تھا۔ اس کاغذ پر انھوں نے دھمکی لکھی تھی کہ آج سے ٹھیک دو دن کے بعد یہ فلیٹ خالی کر دو، ورنہ اپنے انجام کے لیے تیار رہنا۔ تمھارے گھر کا سارا سامان باہر پھینک دیا جائے گا۔ فقط اشتہاری مجرم فقیرا ڈاکو۔

واحد بھائی کو سو فی صد یقین تھا کہ وہ جھگڑالو آدمی ڈر کے مارے فلیٹ خالی کر جائے گا۔ اگر اس نے فلیٹ خالی نہ کیا تو اس کا حل بھی انھوں نے سوچ رکھا تھا۔

☆ ☆

لیکن تین دن گزرنے کے بعد بھی جھگڑالو آدمی نے فلیٹ خالی نہیں کیا۔ یہ خبر پٹیل صاحب نے دفتر میں دی تھی۔ یہ سن کر واحد بھائی مسکرانے لگے۔ ''کوئی بات نہیں، اب میرے مشن کا اگلا مرحلہ شروع ہوگا۔''

پٹیل صاحب کی شکل پہلے ہی روتی ہوئی تھی۔ اس پریشانی میں تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کھڑے کھڑے وفات پا جائیں گے۔ وہ فکر مندی سے ہاتھ ملتے ہوئے بولے: ''اے واحد بھائی! اب کیا ہوگا؟''

واحد بھائی نے آنکھوں کے سامنے اُنگلی نچائی: ''بس آپ دیکھتے جائیں۔''

پٹیل صاحب اُنگلی کے ساتھ ساتھ گردن ہلاتے ہوئے اُسے دیکھنے لگے۔ پھر

پھنسی پھنسی آواز میں بولے: ''کتنی دیر تک دیکھنا ہے بھائی؟''

واحد بھائی جھنجلائے: ''میری اُنگلی کو نہیں دیکھنا بس اب کھیل دیکھیں آپ...... بے فکر ہو جائیں۔ کل آپ کے بھائی کا فلیٹ خالی ہو جائے گا۔ آپ رقم تیار رکھیے۔''

......☆......☆......

''یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' ڈاکٹر صاحب کا منھ ہمیشہ کی طرح کھلا ہوا تھا۔

''اس میں تو بہت خط......'' ریاض بھائی بولتے بولتے سو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے انھیں دوا کی شیشی کی طرح ہلایا تو وہ ہڑبڑا کر جاگے اور ادھورا جملہ مکمل کیا: ''خطرہ ہے۔''

واحد بھائی نے دونوں کو سمجھایا: ''کچھ نہیں ہوگا۔ صرف تھوڑی دیر کا کام ہے۔ آپ دونوں کو تھوڑی دیر کی محنت کے پانچ پانچ ہزار روپے مل جائیں گے...... منظور؟''

پانچ ہزار کی بات سن کر ریاض بھائی کی رال کپڑوں پر ٹپک گئی۔ ڈاکٹر صاحب چونک کر دیکھنے لگے اور پھر عدسے سے نیچے دیکھتے ہوئے بولے: ''بھئی ریاض بھائی! آپ کی کوئی چیز گری ہے ابھی۔''

واحد بھائی جھنجلائے: ''کن باتوں میں اُلجھ گئے آپ؟ مجھے جواب دیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے واحد بھائی کو عدسے سے دیکھا: ''ایسی بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔''

اس کے بعد واحد بھائی ان دونوں کو رکشے میں اپنے ایک دوست کے پاس لے گئے، جو فن کاروں کا میک اپ کیا کرتا تھا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار واحد بھائی نے اس کی خدمات حاصل کرتے ہوئے بھکاری کا روپ بدلا تھا۔ میک اپ مین نے

ڈاکٹر صاحب، واحد بھائی اور ریاض بھائی کو میک اپ کے ذریعے بدل کر رکھ دیا اور وہ تینوں جیل سے بھاگے ہوئے خطرناک مجرم لگنے لگے۔ اُس نے اُن تینوں کو نقلی پستول بھی دے دیے۔ ایک مرتبہ پھر وہ تینوں رکشے میں سوار ہو گئے اور ان فلیٹوں کے پاس جا پہنچے۔ اس وقت تک رات ہو گئی تھی۔ فلیٹوں کے مین گیٹ پر کچھ لوگ کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ واحد بھائی نے پچھلے گیٹ سے اندر جانے کا ارادہ کیا۔ پھر وہ گھوم کر دوسری جانب سے اندر داخل ہوئے اور دوسری منزل پر آ گئے۔ راہ داری میں آ کر واحد بھائی نے اُلٹے ہاتھ والے فلیٹ کی جانب اشارہ کیا: ''یہ ہے اس جھگڑالو کا فلیٹ۔''

ڈاکٹر صاحب نے آگے بڑھ کر دروازے کی گھنٹی بجائی۔ ریاض صاحب نے بھی اونگھتے ہوئے پستول نکال لیا تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور ایک بچہ آیا۔ اس نے باری باری تینوں کو دیکھا اور پھر ڈاکٹر صاحب سے بولا: ''معاف کرو بابا!''

ڈاکٹر صاحب نے غصے سے بچے کو دیکھا اور شفقت بھرے لہجے میں بولے: ''بھئی ہم بھکاری نہیں ہیں۔''

بچے نے کہا: ''تو پھر جمعدار ہیں؟''

ڈاکٹر صاحب نے مڑ کر واحد بھائی سے پوچھا: ''بھئی یہ ہمیں ڈاکو بنایا ہے یا جمعدار؟''

ریاض بھائی نے بچے سے کہا: ''بیٹا! اپنے ابو سے جا کر کہو کہ ڈاکو آئے ہیں۔ جاؤ شاباش۔''

بچہ راہ داری میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر بولا: ''کہاں ہیں ڈاکو؟''

واحد بھائی کو غصہ آ گیا: ''ہم کیا اگر بتی بیچنے والے نظر آ رہے ہیں، ہم ہیں ڈاکو۔''

بچہ حیرت سے انھیں دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔ پھر چند منٹ بعد ایک سوکھا سا آدمی آیا۔ اس کے ہاتھ میں آم کی گٹھلی تھی، جسے وہ چوس چوس کر سفید کر چکا تھا، مگر اب تک پیسے وصول کرنے میں لگا ہوا تھا۔

''السلام علیکم۔'' آتے ہی اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، جو آم کے رس میں لتھڑا ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے احمقانہ انداز میں اس سے مصافحہ کر ڈالا۔ پھر جلدی سے اپنا ہاتھ دیکھنے لگے اور سر ہلا کر بولے: ''لنگڑا آم لگتا ہے۔''

واحد بھائی خوف ناک لہجہ بنا کر بولے: ''دیکھو بھئی، ڈینگی خاں! آج رات تک یہ فلیٹ خالی ہو جانا چاہیے۔ ہم نے یہ فلیٹ خرید لیا ہے۔ کل صبح ہم آئیں گے۔ اگر فلیٹ خالی نہ ملا تو سامان کے ساتھ تمھیں بھی اُٹھا کر سڑک پر پھینک دیں گے۔''

سوکھا آدمی کانپنے لگا: ''مم...... مگر...... مگر......''

واحد بھائی نے مزید کہا: ''اگر انکار کرو گے تو......'' یہ کہہ کر انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بتایا: ''یہ جو میرا ساتھی ہے نا...... جھینگا ڈاکو...... میرے ایک اشارے پر تمھاری ہڈیاں چبا جائے گا۔''

سوکھا آدمی ڈاکٹر صاحب کو دیکھنے لگا: ''مگر ان کے تو دانت ہی نہیں ہیں۔ یہ ہڈیاں چبانے کے بجائے ان کی یخنی بنا کر پیتے ہوں گے۔''

''بکواس بند کرو۔'' ڈاکٹر صاحب کو جلال آ گیا، ساتھ ہی کھانسی بھی۔

سوکھا آدمی بولا: ''میں کھانسی کا شربت لے کر آتا ہوں۔''

واحد بھائی نے اسے پکڑ لیا: ''شربت کے بچے! جو کہا ہے اس پر عمل ہونا چاہیے۔ ورنہ اپنا انجام سوچ لینا۔''

سوکھا آدمی سر کھجانے لگا: ''انجام بھی میں سوچوں۔''

پھر پتا نہیں ریاض صاحب کو کیا ہوا کہ انھوں نے سوکھے آدمی کی گردن اپنی بغل میں دبالی اور زور لگانے لگے۔ اس غریب کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی۔ پھر ریاض بھائی نے اسے فرش پر گرا دیا۔

''کرو گے اب بکواس......؟ بہت زبان چلتی ہے تمھاری...... ہیں؟''

واحد بھائی نے جلدی سے اسے چھڑایا، ورنہ ریاض صاحب نے تقریباً اسے جہنم کے دروازے پر پہنچا دیا تھا۔

واحد بھائی نے ریاض بھائی سے کہا: ''چھوڑو، اسے...... پھر سوکھے آدمی سے کہا: ''اور تم جاؤ، کل فلیٹ خالی ملنا چاہیے سمجھ گئے نا؟''

سوکھا آدمی خوف زدہ ہو کر سر ہلانے لگا۔

......☆......☆......

اگلی صبح واحد بھائی فلیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے آفس پہنچے تھے۔ وہ فلیٹ خالی ہو چکا تھا۔ ان کا مشن کام یاب رہا تھا اور اب وہ پچاس ہزار کے حق دار بن گئے تھے۔

''مبارک ہو بھئی...... بہت بہت مبارک ہو۔'' انھوں نے ریاض بھائی اور ڈاکٹر صاحب کو مبارک باد دی: ''فلیٹ خالی ہو چکا ہے۔ اب پٹیل صاحب سے پیسے لینے کا وقت

آ گیا ہے۔ کہاں ہیں پٹیل صاحب؟''

''وہ ابھی نہیں آئے۔ آنے والے ہوں گے۔'' سلیم صاحب نے اطلاع دی۔

تھوڑی دیر بعد پٹیل صاحب بھی آ گئے۔ ان کے آتے ہی ریاض بھائی نے انھیں گود میں اُٹھا لیا: ''مبارک ہو پٹیل صاحب! آپ کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اب شرافت سے پیسے ڈھیلے کر دیں۔''

''کون سے پیسے...... کس بات کے پیسے؟'' پٹیل صاحب نے گود میں ہی شور مچا دیا۔

''ارے بھئی ہماری محنت کے پیسے۔'' واحد بھائی کے کہنے پر ریاض بھائی نے انھیں گود میں سے اُتار دیا۔

''تم لوگوں نے تو سب کچھ اُلٹا کر دیا۔ سب ستیاناس کر ڈالا۔'' پٹیل صاحب دہائیاں دینے لگے۔

واحد بھائی انھیں گھورنے لگے: ''کیا اُلٹا کر دیا ہم نے؟''

پٹیل صاحب سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولے: ''آپ لوگوں نے فلیٹ تو خالی کروا دیا ہے، لیکن جھگڑالو آدمی سے نہیں، بلکہ شریف آدمی سے کروایا ہے۔''

''یعنی...... ہم نے غلط فلیٹ خالی کروا دیا۔'' واحد بھائی کو چکر آ گئے۔ تب انھیں یاد آیا کہ وہ پہلے جب گئے تھے تو مین گیٹ کی جانب سے گئے تھے۔ دوسری بار پچھلے راستے سے گئے تھے، جہاں سے اُلٹے ہاتھ والا فلیٹ شریف آدمی کا پڑتا تھا۔

مسکراتی لکیریں
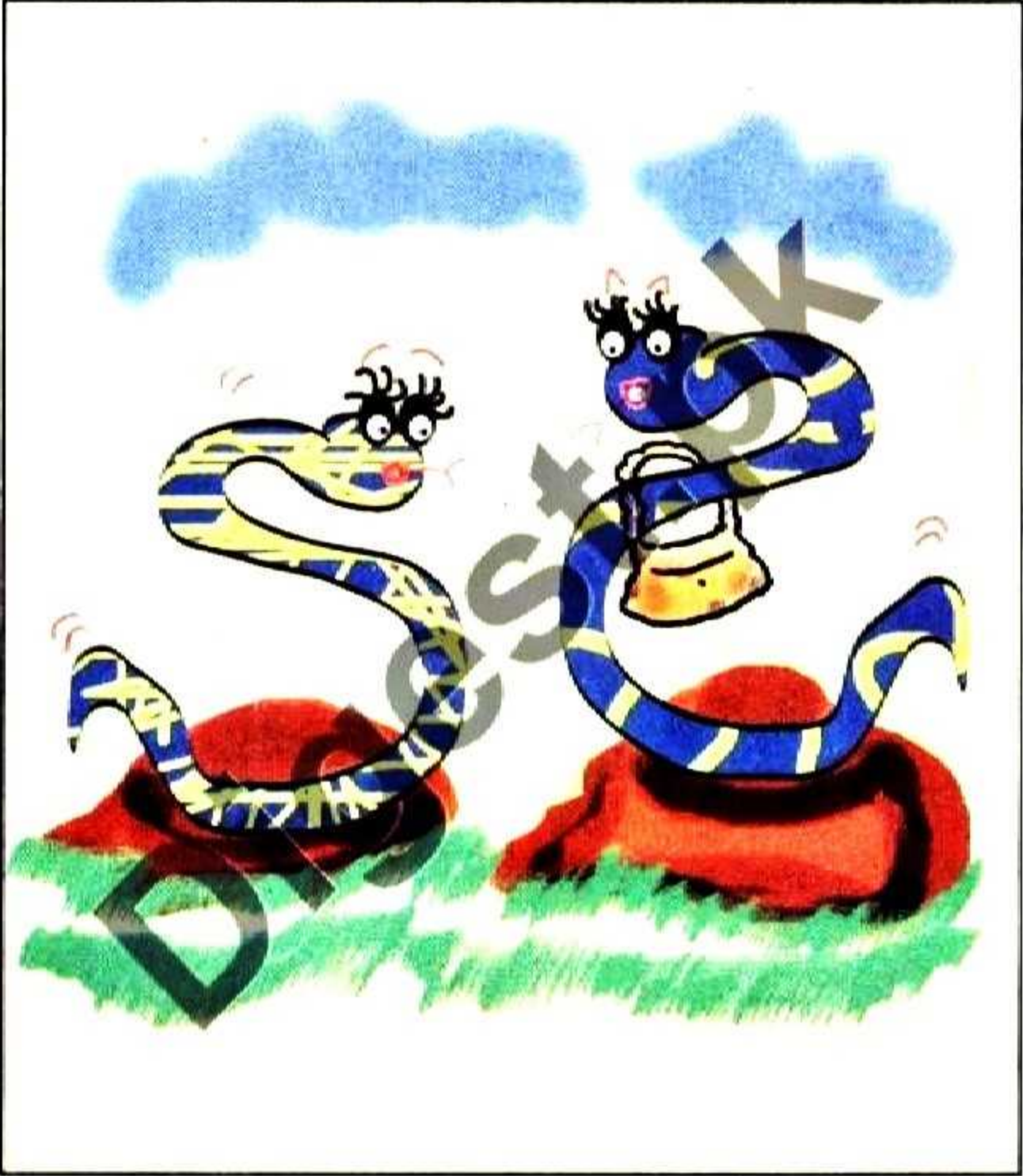
''تمھارا پرس بہت پیارا ہے، کہاں سے لیا ہے؟''

''کہیں سے بھی لیا ہو، خالی ہے، تم اس میں پیسے ڈال دو۔''

بلّی کا محل

مسعود احمد برکاتی

بہت زمانے کی بات ہے، ایک بوڑھا چکی والا تھا۔ اس کے بیوی بچے نہیں تھے۔ اس کی چکی پر تین لڑکے چکی چلانے کا کام سیکھا کرتے تھے۔ ان کے نام جانو، پترو اور ہنس تھے۔ ایک دن اس چکی والے کو خیال آیا کہ اب وہ بہت بوڑھا ہو گیا ہے اور وہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر زیادہ دن کام نہیں کر سکے گا۔ اس نے سوچا کہ چکی کو اپنے ایک شاگرد کے سپرد کر دے، مگر کس شاگرد کے؟ اسے تینوں میں سے کسی ایک شاگرد کا انتخاب کرنا تھا۔ اس کے لیے چکی کے مالک نے ایک امتحان لینے کا فیصلہ کیا، تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون سا شاگرد اس ذمے داری کو سنبھالنے کے لیے زیادہ موزوں ہوگا، اس لیے ایک دن

اس نے تینوں شاگردوں کو جمع کر کے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ تینوں دنیا میں گھومیں پھریں اور میرے لیے ایک گھوڑا لے کر آئیں۔ جو لڑکا میرے لیے سب سے اچھا گھوڑا لائے گا، اسے چکی دے دی جائے گی۔''

اپنے استاد کے حکم کی تعمیل میں تینوں نوجوان شاگرد فوراً ایک ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جانو اور پترو نے سوچا کہ ہمارا تیسرا ساتھی ہنس ہم سے چھوٹا ہے اور بہت آہستہ چلتا ہے، اس سے چھٹکارا پانا چاہیے۔ ایک دن جب وہ لوگ ایک غار میں سوئے تو دونوں بڑے لڑکے ہنس کو بتائے بغیر وہیں سوتا ہوا چھوڑ کر نکل گئے۔

دوسرے دن صبح جب ہنس کی آنکھ کھلی تو وہ خود کو غار میں تنہا دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ وہ پریشان ہونے لگا کہ اس کے بڑے ساتھی آخر کہاں چلے گئے! آخر وہ سمجھ گیا کہ اب وہ تنہا رہ گیا ہے اور اب اسے اکیلے ہی کوشش کر کے کوئی اچھا سا گھوڑا تلاش کرنا ہوگا۔ وہ اُٹھ بیٹھا اور قریب کے ایک چشمے پر جا کر اس نے اچھی طرح ہاتھ منھ دھولیا۔ اس کے پاس کچھ روٹیاں اور تھوڑا سا پنیر تھا۔ ہنس نے کھا پی کر خدا کا شکر ادا کیا اور ایک راستے پر چل پڑا۔

جب وہ چلتے چلتے ایک جنگل میں سے گزرا تو اس نے ایک اونچے سے درخت پر ایک بہت پیاری سی سیاہ و سفید بلی کو دیکھا، جو چمک دار ہری آنکھوں سے درخت کی شاخوں میں سے نیچے منھ کر کے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب ہنس اس درخت کے نیچے پہنچا تو وہ سر اُٹھا کر بلی کی طرف پیار سے دیکھنے لگا۔

''تمھیں آج کا دن مبارک ہو ہنس!'' بلی نرم اور میٹھی آواز میں بولی۔

ہنس اُچھل پڑا۔ وہ بلی کو باتیں کرتا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ایسی کسی بات کا تصور

بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ہنس نے کبھی یہ سنا بھی نہیں تھا کہ بلیاں بھی انسانوں کی طرح باتیں کر سکتی ہیں، اس لیے اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بلی پھر بولی: ''تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، میں کوئی عام بلی نہیں ہوں۔ میں اس سے بھی واقف ہوں کہ تمھیں کس چیز کی تلاش ہے، اگر تم میرے لیے ایک سال ایک دن کام کرو تو میں ایک اچھا سا گھوڑا تمھیں دے سکتی ہوں۔''

ہنس بڑی دیر تک اس بلی کی اس پیش کش پر غور کرتا رہا۔ آخر اس نے بلی کی تجویز مان لی اور وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ بلی آگے آگے جا رہی تھی۔ ہنس اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ جنگل کے ایک صاف ستھرے حصے میں ایک مکان کے اندر پہنچ گئے۔ بلی اس سے کہنے لگی: ''اب تم کل تک آرام کرو۔ آج کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں میرے ملازم تمھارے لیے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام کر دیں گے اور

تمھاری خاطر مدارات اچھی طرح کریں گے۔"

اس سے پہلے کہ ہنس بلی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اپنا منھ کھولتا، بلی اچانک غائب ہوگئی مگر بہت ساری چھوٹی چھوٹی بلیاں وہاں نظر آنے لگیں۔ انھوں نے جلدی جلدی پُر تکلف کھانے کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔

جب ہنس کھانا کھانے لگا تو چھوٹی بلیاں موسیقی کے بہت سے آلات لے آئیں اور ذرا سی دیر میں کھانے کا کمرا خوش گوار موسیقی سے گونجنے لگا۔ رات کو جب سونے کا وقت آیا تو چھوٹی بلیاں بہت سی موم بتیاں لے آئیں اور ان کی روشنی میں ہنس کو خواب گاہ تک پہنچا آئیں۔ واپس جانے سے پہلے ان چھوٹی بلیوں نے اسے شب بخیر کہا اور پھر زینے سے چڑھ کر اوپر والی چھت پر چلی گئیں۔ دوسرے دن جب ہنس شان دار قسم کے کھانے سے فارغ ہوگیا تو ایک بار پھر وہی بلی وہاں واپس آ گئی۔ اس عجیب و غریب بلی نے ہنس کو اس وقت ایک تیز دھار والی کلہاڑی، چاندی کی ایک آری اور تانبے کی ایک موگری دی اور کہا کہ ان چیزوں سے تم لکڑی کے کندوں اور گدوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دو۔

دن گزرتے رہے اور ہنس وہاں رہ کر برابر لکڑیاں کاٹتا رہا۔ وہاں اسے اس پیاری سی بلی اور اس کی ملازم چھوٹی بلیوں کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ایک دن اس بلی نے ہنس کو بلایا اور اسے چاندی کی ایک درانتی اور سونے کی ٹوکری دی، جس سے گھاس اٹھائی جاتی ہے۔ پھر کہنے لگی: "یہ وقت چراگاہوں میں خشک گھاس کاٹنے کا ہے۔ یاد رکھو، خشک گھاس گھوڑے بہت پسند کرتے ہیں۔"

''یہ تو بالکل صحیح بات ہے۔'' ہنس نے بھی بلی کی تائید کی۔ وہ اس بات سے بہت خوش تھا کہ بلی کو گھوڑے والی بات یاد تھی اور اس نے گھوڑے کا ذکر کیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ بلی اپنی بات پر قائم رہے گی، اگر اس نے عمدگی کے ساتھ اس کا کام کیا تو بلی ضرور اسے کوئی اچھا سا گھوڑا انعام میں دیدے گی۔ وہ جی لگا کر محنت کرتا رہا۔ موسم گرما گزر گیا، مگر بلی کو اپنے وعدے کا خیال نہیں آیا اور اس نے ہنس کو گھوڑا دینے کے بارے میں پھر کوئی ذکر بھی نہیں کیا۔ بلی جس کام کے لیے بھی ہنس سے کہتی، وہ فوراً اس کام میں لگ جاتا۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے سخت محنت کرنے کا عادی ہو گیا تھا۔ ایک دن وہ بلی سے کہنے لگا:

''محترمہ بلی صاحبہ! آپ اپنے وعدے کے مطابق کب تک گھوڑا مجھے دیں گی؟''

''جلدی، بہت جلدی۔'' بلی نے اپنا وعدہ دہرایا: ''بس تم میرے لیے ایک چھوٹا سا مکان بنا دو، پھر گھوڑا تمھارا ہوا۔''

ہنس بے حد خوش ہوا، کیوں کہ بلی کا یہ آخری وعدہ تھا۔ اب ہنس ایک اچھا، مضبوط مگر چھوٹا سا مکان تعمیر کر رہا تھا۔ اس نے مکان کی چھت کو موسم کے اثرات سے بچانے کا انتظام بھی کیا۔ کھڑکیاں اس طرح لگائیں کہ ہوا اور دھوپ کا گزر اچھی طرح ہو۔ ایک چھوٹا سا پائیں باغ بھی رکھا تھا۔ اس کے درمیان ایک چھوٹا سا نہانے کا تالاب بھی بنا دیا تھا۔ چھوٹی بلیاں ہنس کی مدد کیا کرتی تھیں۔ وہ تعمیراتی سامان ڈھویا کرتیں اور تعمیر کے دوران سامان اُٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ آخر مکان کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو مکان اتنا خوب صورت اور مکمل لگ رہا تھا کہ ہنس اسے دیکھ کر خود بھی بے حد خوش ہوا۔ وہ اپنے کام سے پوری طرح مطمئن تھا۔

جب وہ خاص بلی اس مکان کو دیکھنے وہاں پہنچی اور اپنی چمک دار ہری ہری آنکھوں سے اس مکان کا جائزہ لیا تو اس کی آنکھیں خوشی سے اور بھی چمکنے لگیں۔ وہ خوشی سے خر خر کرنے لگی۔ پھر ہنس سے مخاطب ہوئی: ''تم نے واقعی کمال کیا ہے ہنس! اب وقت آ گیا ہے کہ تم میرے اصطبل میں جاؤ اور وہاں گھوڑوں کو دیکھو۔''

ہنس بلی کے ساتھ چلتا ہوا اس کے اصطبل میں پہنچ گیا۔ وہاں پر اعلا نسل کے بارہ گھوڑے موجود تھے۔ یہ اتنے شان دار تھے کہ ہنس انھیں دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بڑی حیرت سے ان گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہر گھوڑا دوسرے گھوڑے سے زیادہ شان دار لگ رہا تھا۔ ہنس اس وقت بہت خوش تھا۔

''ان میں سے ایک گھوڑا میرا ہے۔'' وہ بڑے چاؤ سے کہنے لگا، مگر اس کی بات سن کر بلی نے کوئی اطمینان بخش بات نہیں کی۔ وہ ہنس کو مخاطب کر کے بولی: ''تم اس چکی پر واپس جاؤ، تین دن بعد تمھارا انعام وہیں پہنچ جائے گا۔'' پھر وہ گھوڑوں کو دانہ اور گھاس دینے لگی اور پانی پلانے لگی، تاہم اب ہنس ایک حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔

جب دو دن بعد ہنس چکی پر پہنچا تو بہت ہی اداس ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت وہی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا، جو چکی سے جاتے وقت اس کے بدن پر تھے۔ وہ خالی ہاتھ واپس آیا تھا۔ اس کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا اور بھوکا بھی تھا۔ اس کے کپڑے بُری طرح گندے ہو گئے تھے۔ جب وہ چکی کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کے بڑے ساتھی جانو اور پترو چکی کے مالک سے باتیں کر رہے تھے۔ جونہی ان لوگوں نے ہنس کو آتے دیکھا تو اس سے پوچھا: ''ہنس! تمھارا گھوڑا کہاں ہے؟''

''وہ یہاں کل تک پہنچ جائے گا۔'' ہنس نے جواب دیا۔ البتہ اسے خوف اور وہم بھی تھا کہ کہیں بلی وعدہ خلافی نہ کر بیٹھے۔ اس وقت پترو کہنے لگا:

''تمھارا گھوڑا اچھا ہونا چاہیے۔ اب یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا گھوڑا لنگڑا ہے اور جانو کا گھوڑا اچند ھا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ ہمارے پاس کم سے کم گھوڑے تو ہیں۔''

چکی والا ہنس سے مخاطب ہوکر بولا: ''دیکھو! جانو اور پترو دونوں اچھے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ تمھیں شرم آنی چاہیے۔ تمھارے کپڑے کتنے گندے ہیں۔ تم میری صاف ستھری چکی میں بہت حقیر آدمی معلوم ہو گے۔ وہ جگہ تمھارے لیے مناسب نہیں ہے۔ آج رات تمھیں سائبان میں گزارا کرنا چاہیے۔ کل میں فیصلہ کروں گا کہ چکی کس کے سپرد کی جائے۔''

اپنے استاد کے حکم کے مطابق پوری رات ہنس نے سائبان میں پیال کے بستر پر سوتے جاگتے گزاری۔ صبح جب سائبان والے احاطے کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا تو ہنس جاگ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو اس کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔ وہ فوج کا پیادہ سپاہی معلوم ہو رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا، جو اس نے ہنس کی طرف بڑھا دیا۔ ''ان کپڑوں کو پہن لو اور باہر آ جاؤ۔'' وہ شخص حکم دینے والے انداز میں بولا۔ ہنس نے وہ اعلا درجے کا لباس خوشی خوشی پہنا۔ وہ بڑے ناز کے ساتھ نہایا تھا۔ قیمتی لباس اور نرم چمڑے کے جوتے پہن کر وہ جلدی سے باہر نکل آیا۔ اس وقت چکی کا مالک ایک خوب صورت دوشیزہ سے باتیں کر رہا تھا۔ جانو اور پترو اس اعلا نسل کے شان دار گھوڑے کو دیکھ رہے تھے، جس کی

لگام پیادہ سپاہی تھامے کھڑا تھا۔ نوجوان لڑکی ہنس کو دیکھ کر بولی: ''یہ رہا تمھارا گھوڑا ہنس! اب تم یہ بازی جیت گئے ہو۔ تم چکی کے مالک بن چکے ہو، لیکن اگر تم چاہو تو میرے ساتھ واپس میرے گھر بھی چل سکتے ہو۔''

اس لڑکی کی خوب صورتی سے ہنس بے حد متاثر ہوا۔ وہ مبہوت سا رہ گیا۔ پھر وہ لڑکی سے پوچھنے لگا: ''عزیز خاتون! آپ کون ہیں؟''

''کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟'' وہ ہنس کر کہنے لگی۔ ہنسنے سے اس کی سبزی مائل آنکھیں کچھ اور بھی چمکنے لگیں: ''میں وہی بلی ہوں جو تمھیں جنگل میں ملی تھی۔ دراصل ایک ظالم جادوگرنی ایک دن ہماری طرف آئی تھی۔ اس نے میری ایک شرارت کی وجہ سے مجھے لڑکی سے بلی بنا دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کوئی نوجوان ایک سال ایک دن تک میرے لیے کام کرے گا تو میں پھر سے انسان کی صورت میں آ جاؤں گی۔ اب وہ شرط پوری ہو چکی ہے، اس لیے اب میں اپنی اصل حالت میں آ چکی ہوں۔ میں دراصل ایک بڑے باپ کی بیٹی ہوں اور میرے والدین نے مجھے یہ اجازت دے رکھی ہے کہ میں جس شخص کے ساتھ چاہوں شادی کر سکتی ہوں۔''

ہنس لڑکی کی باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔ پھر وہ چکی والے سے کہنے لگا: ''جناب! آپ یہ گھوڑا لے لیں۔ جانو اور پیٹرو اب اس چکی کے مالک ہوں گے۔ اب میں اس لڑکی سے شادی کر کے اس مکان میں رہوں گا جو میں نے اس لڑکی کے لیے تعمیر کیا تھا۔ یہ مکان ہمارے لیے محل کے برابر ہے۔'' ☆

نونہال خبرنامہ

پرانے سوفے میں ۴۰ ہزار ڈالر

امریکا کے شہر نیویارک میں تین دوستوں کیلی گاستی، رئس ورکاؤن اور لارا ریسو نے ایک دکان سے بیس ڈالر میں پرانا سوفا خریدا تھا۔ جب اسے اپنے فلیٹ پر لائے تو اس میں چھپے ہوئے ڈالروں سے بھرے کئی لفافے نکلے۔ ان تینوں دوستوں نے سوفے کے مالک کا کھوج لگا کر اس کو چالیس ہزار ڈالر واپس کر دیے۔ اس رقم کی مالک ایک بوڑھی بیوہ خاتون تھیں۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی بیٹی نے سوفا اس وقت فروخت کر دیا جب وہ اسپتال میں زیر علاج تھیں۔ خاتون کے مطابق ان کی بیٹی کو سوفے میں چھپی ہوئی رقم کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ اس خاتون نے تینوں کو ایک ہزار ڈالر کا انعام بھی دیا ہے۔ خاتون کے مطابق وہ کئی برسوں سے رقم اس سوفے میں جمع کر رہی تھیں اور یہ ان کی عمر بھر کی جمع پونجی ہے۔ اللہ کرے ہم میں بھی ایسے نوجوان ہوں۔

امریکا میں ۷۰ سالہ طالب علم گریجویشن کرنے میں کام یاب

امریکا میں مئی کا مہینا طالب علموں کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ اس مہینے میں انھیں ان کی محنت کا صلہ ڈگری کی صورت میں ملتا ہے۔ اس بار یونی ورسٹی آف ورجینیا کے گریجویٹ طالب علموں میں ۷۰ سالہ جیری ریڈ بھی شامل ہیں۔ جیری کا کہنا ہے کہ انھیں اپنے راستے کے سفر کو مکمل کرنے میں ۴۸ سال لگے۔ آخر انھوں نے ۲۰۱۱ء میں کالج میں بطور طالب علم داخلہ لیا۔ ان کے ہم جماعتوں کا کہنا تھا کہ جیری بہت دوستانہ رویے کے مالک ہیں اور وہ ان سے کسی بھی موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ ذہنی صحت کے لیے مضر

برطانوی ماہرین نے ایک تحقیق میں انکشاف کیا ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال بچوں کی ذہنی صحت کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ پر صرف کیا ہوا ایک گھنٹہ بچوں کو مختلف امراض سمیت تنہائی، مایوسی، خوف اور جارحیت میں مبتلا کر سکتا ہے۔ تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس وقت برطانیہ میں ہر دس میں سے ایک بچہ ذہنی صحت کے مسائل کا شکار ہے، جس کی ایک بڑی وجہ انٹرنیٹ کا زیادہ استعمال ہے۔ ☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ارسلان اللہ خان، حیدرآباد	کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی
ولید بن خلیل، کراچی	عبدالروف ثمرا، خانیوال
محمد طارق قاسم، نواب شاہ	نادیہ اقبال، کراچی
شفیق محمد علی، اوتھل، لسبیلہ	محمد شہریار، شاہ کوٹ

رمضان

مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدرآباد

جس کا تھا انتظار وہ مہمان آ گیا
خوشیاں مناؤ مومنو! رمضان آ گیا
آئی شبِ قدر اسی ماہِ صیام میں
اس ماہ میں ہی مومنو! قرآن آ گیا
خوشیاں مناؤ مومنو! رمضان آ گیا
رُکنا طعام سے ہے اصل نفس پر لگام
بچنے کا ہر گناہ سے سامان آ گیا
خوشیاں مناؤ مومنو! رمضان آ گیا
ابلیس قید ہوگیا ماہِ صیام میں
اللہ ہو کرم مہ غفران آ گیا
خوشیاں مناؤ مومنو! رمضان آ گیا
افطاری وسحر سے بڑھیں خوب رونقیں
دیگر ہر ایک ماہ کا سلطان آ گیا
خوشیاں مناؤ مومنو! رمضان آ گیا

مہمان خصوصی

ولید بن خلیل، کراچی

اسے آج صبح سے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ بھوک کی شدت سے وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ بھوک کی حالت میں تو بڑا آدمی بھی کسی کا لقمہ چھین لیتا ہے۔ وہ تو ابھی معصوم بچہ تھا۔ بچپن میں اس کے ماں باپ ایک کار حادثے میں چل بسے اور وہ اس دنیا کی مشکلات جھیلنے کے لیے اکیلا رہ گیا۔ اس کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ اکیلا

ایک انجان منزل کی طرف جا رہا تھا کہ ایک کار تیزی سے اس کے سامنے سے گزری۔ اس نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کچھ فاصلے پہ شامیانے لگے ہوئے تھے، جن میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ کار سے ایک ادھیڑ عمر کا خوش پوش آدمی اُترا۔ اس کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔ چہرے پر غرور اور تکبر نمایاں تھا۔ وہ نہایت غرور سے تقریب کا افتتاح کرنے کے بعد اسٹیج پر مہمانِ خصوصی کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اسٹیج سیکرٹری نے اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ فوٹو گرافروں کے کیمروں کی روشنیاں اس پر پڑ رہی تھیں۔ اس نے تقریر شروع کی: ''عزیز سامعین! آپ جانتے ہیں بچے ہمارا سرمایہ ہیں ہماری قوم کا مستقبل ہیں۔ کل انھیں ہمارے ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ سڑکوں پر پھرنے والے ان بے بس اور غریب بچوں کو دیکھیے۔ ان کی مدد کیجیے، ورنہ کل یہ ہمارے اوپر بوجھ بن جائیں گے۔''

تقریر ختم ہوئی اور وہ تالیوں کی گونج میں جلسہ گاہ سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔

اچانک ایک بچہ جو میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ گاڑی کے سامنے آ گیا: ''بابو جی! میں کل سے بھوکا ہوں۔''

امیر آدمی نے اسے جھڑک دیا۔

بچہ پھر چلّایا: ''بابو جی! صرف ایک روپیہ آپ...... آپ امیر ہیں۔ ایک روپیہ......''

امیر آدمی نے زور سے دروازہ بند کر دیا اور بچے کو بُری طرح ڈانٹا۔ بچے کو اس سے کچھ ملنے کی اُمید تھی۔ مجمع اس شخص کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔

بچہ پھر چلّایا: ''مگر اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے کار بچے پر گرد اُڑاتی ہوئی آگے نکل گئی۔

عقل مند کوا

محمد طارق قاسم، نواب شاہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دریا کے نزدیک درخت کے اوپر کوے کا ایک جوڑا رہ رہا تھا۔ اسی درخت کے نیچے ایک سانپ بل بنا کر رہنے لگا۔ سانپ خوراک کے لیے رینگتا ہوا درخت کے اوپر جاتا اور ایک کے بعد ایک کوے کے بچوں کو کھا تا۔ کوے بہت زیادہ پریشان رہنے لگے۔

ایک دن ایک شہزادہ دریا میں تیرنے کے لیے آیا۔ شہزادے نے اپنی ہیرے کی انگوٹھی اُتار کر ایک پتھر کے اوپر رکھ دی۔ کوا نیچے آیا، شہزادے کی انگوٹھی اُٹھائی اور سانپ کے بل میں گرادی۔ پھر وہ اپنے گھونسلے میں چلا گیا، سانپ سو رہا تھا۔

جب شہزادے کو اپنی انگوٹھی نظر نہ آئی تو اس نے اپنے غلاموں کو انگوٹھی کی تلاش میں بھیجا۔ ایک غلام نے آکر بتایا: ''میرے آقا! میں نے دیکھا کہ ایک کوا درخت کی شاخوں کے قریب اُڑ رہا تھا۔ میں اس درخت کے نیچے ایک بل دیکھ سکتا ہوں۔ شاید کوے نے انگوٹھی بل میں گرادی ہو۔''

ناراض شہزادے نے کہا کہ اس بل کو کھودو، میری انگوٹھی تلاش کرو۔ غلاموں نے اس بل کی کھدائی شروع کی اچانک سانپ باہر آیا۔ غلاموں نے سانپ کو مار دیا اور انگوٹھی اُٹھالی۔ کوے بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

ہاں یاد آیا

شفیق محمد علی، اوتھل، لسبیلہ

ایک صاحب کو زیادہ بولنے کی عادت تھی۔ وہ دوسروں کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی دوست سے ان کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے سلام کیا اور جواب دینے سے پہلے ہی بولنا شروع کر دیا: ''میرا چھوٹا بیٹا اب بولنے لگا

ہے اور سلام بھی کرتا ہے۔ بولنے پر یاد آیا کہ میرے بڑے بیٹے کو آدھا گھنٹہ مسلسل ایک موضوع پر بولنے پر انعام ملا ہے۔ انعام سے یاد آیا کہ میرے دوست انعام الدین نے نئی کار خریدی ہے، کار بہت مہنگی ہے۔ مہنگی پر یاد آیا کہ آج کل مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے۔ قیمتیں سر چڑھ کر بولنے لگی ہیں۔ سر سے یاد آیا میرے سر میں بہت درد رہتا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا چشمہ بنوالو۔ بنوانے پر یاد آیا کہ میں نے مکان بنوایا ہے۔ جلد ہی ہم اس مکان میں منتقل ہو جائیں گے۔ جانے پر یاد آیا کہ آج کل بسوں کے کرائے میں بہت اضافہ ہوگیا۔ کہیں آنے جانے سے پہلے دس بار سوچنا پڑتا ہے۔ سوچنے پر یاد آیا کہ اخبار میں لکھا تھا کہ زیادہ سوچنے سے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بالوں سے یاد آیا کہ آج کل بال گرنے کا مرض عام ہوگیا ہے۔ مرض سے یاد آیا کہ بعض لوگوں کو زیادہ بولنے کا مرض لاحق ہوتا ہے، مرض سے یاد آیا کہ میں ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، اچھا تو میں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ۔

کاغذ کہانی

کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی

میں ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوں۔ شاید آپ کو میری اہمیت کا اندازہ نہیں ہے۔ میں لوگوں کی زندگی بدلنے میں اہم کردار ادا کرتا ہوں۔ کسی کو ترقی دلا سکتا ہوں۔ کسی کی جان بچا سکتا ہوں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ننھا سا کاغذ کا ٹکڑا کسی کی زندگی بدل سکتا ہے؟ لیکن آپ کو یہ نہیں معلوم مجھے انسان نے بنایا ہی اس لیے ہے۔ مجھ میں ایک کشش ہے جو سب کو میری طرف کھینچتی ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی مجھ پر لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

ضرورت پڑنے پر میرا ایک چھوٹا سا

ٹکڑا بھی بڑا کام انجام دیتا ہے۔ ایک فون نمبر لکھنے کے لیے ایک کاغذ کے ٹکڑے کی ضرورت پڑتی ہے وہ ایک ٹکڑا کسی کی زندگی بنانے کے لیے کافی ہوتا ہے اور ڈاکٹر مریض کو ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ہی دوائیں تحریر کر دیتے ہیں اور وہ ٹکڑا کسی کی جان بچانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر چند اقوال لکھے جا سکتے ہیں جن کو پڑھ کر زندگی بدل سکتی ہے۔

لیکن اکثر لوگ میری اہمیت کو نہیں جانتے اور مجھے پھاڑ دیتے ہیں جس سے مجھے نہایت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ میں طالب علموں سے درخواست کرتا ہوں کہ جب تک کاغذ پر ایک لائن بچی ہوئی ہے تو اس پر بھی لکھو، کیوں کہ کاغذ کی اہمیت ہمیں اس وقت معلوم ہوتی ہے جب ہمیں کوئی ضروری بات لکھنے کے لیے کاغذ کی فوری ضرورت ہوتی ہے، لیکن کاغذ موجود نہیں ہوتا۔

سائرہ کی گڑیا

مرسلہ : عبدالرؤف سمرا، خانیوال

سائرہ کی گڑیا
پیاری سی گڑیا
ہاتھ لگے تو شور مچائے
ناچے کودے ، گانا گائے
سائرہ جیسے بٹن دبائے
آنکھیں میچے بھاگی جائے
کھانا اکیلے کب کھاتی ہے
گڑیا کو بھی ساتھ کھلاتی ہے
کوئی جو گڑیا کو ہاتھ لگائے
روئے پیٹے اور چلائے
ہوتی نہیں دوری تو گوارا
بن گڑیا نہیں اس کا گزارا

کام یابی کا راز

نادیہ اقبال، کراچی

ایک بادشاہ کام یابی کے راز کی تلاش میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اسے درج ذیل سوالوں کے جوابات مل جائیں تو وہ اس راز کو دریافت کر لے گا۔

☆ کسی کام کو شروع کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہے؟

☆ سب سے اہم کام کون سا ہے؟

☆ سب سے اہم آدمی کون ہے؟

بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی ان سوالوں کے جوابات دے گا تو اسے پانچ ہزار سونے کے سکے بطور انعام ملیں گے۔

اس نے ملک کے عقل مند اور فاضل آدمیوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ اس نے کئی دن تک اس مسئلے پر بحث کی پر کوئی بھی اسے مطمئن نہ کر سکا، چوں کہ وہ بھی ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ اگر ان میں کوئی ایک جواب دیتا تو دوسرا اس کے خلاف دلیل دے دیتا۔ اگر کوئی ایک تجویز پیش کرتا تو دوسرا بالکل اس کے خلاف بات کہتا۔

شہر سے کچھ فاصلے پر ایک جنگل تھا۔ اس جنگل میں ایک عقل مند بوڑھا آدمی رہتا تھا، جو ایک نیک انسان کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے اس کے متعلق سن رکھا تھا۔ وہ ان سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔ مصیبت یہ تھی کہ یہ آدمی امیر آدمیوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا، لیکن غریبوں کا دوست تھا۔ آخر بادشاہ کو اس مشکل پر قابو پانے کی ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے اور بزرگ سے ملنے روانہ ہوگیا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ غریب نظر آئے۔ اس نے اپنے نوکروں کو جو اس کے ہمراہ تھے کچھ دور

ٹھہرنے کو کہا اور خود سیدھا بزرگ کی جھونپڑی کی طرف چلا گیا۔ بوڑھا اپنی جھونپڑی کے سامنے زمین کھود رہا تھا۔ جلد ہی اس کی سانس پھول جاتی اور وہ آرام کے لیے بار بار رُک جاتا تھا۔ بادشاہ نے قریب آ کر کہا: ''جناب! میں تین سوالوں کے جوابات معلوم کرنے بہت دور سے آیا ہوں:

☆ کسی کام کو شروع کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہے؟

☆ سب سے اہم کام کون سا ہے؟

☆ سب سے اہم آدمی کون ہے؟

کیا آپ براہِ کرم ان سوالوں کے جوابات دے کر میری مدد فرمائیں گے؟''

بوڑھے نے بادشاہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور زمین کھودتا رہا۔

بادشاہ نے چند لمحے انتظار کیا اور کہا: ''جناب! آپ تھکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لائیے میں آپ کے لیے زمین کھود دیتا ہوں۔''

بوڑھے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھاوڑا اسے دے دیا۔ بادشاہ نے زمین کھودنا شروع کر دی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے بوڑھے سے جوابات کے لیے کہا، لیکن بوڑھے نے کوئی توجہ نہ دی، بلکہ اس سے کہا: ''لائیے میں کھودتا ہوں۔''

بادشاہ نے اسے پھاوڑا نہیں دیا اور زمین کھودتا رہا۔ اسے اُمید تھی کہ وہ جوابات حاصل کرنے میں کام یاب ہو جائے گا۔ جب شام ہو گئی تو اس نے کھدائی بند کر دی اور بوڑھے سے کہا: ''کیا آپ مہربانی فرما کر مجھے جوابات بتائیں گے؟''

بوڑھے نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا، بلکہ ایک طرف اشارہ کیا۔ بادشاہ نے اس طرف دیکھا کہ ایک آدمی ان کی طرف بھاگا آ رہا تھا۔ وہ زخمی بھی تھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں خنجر پکڑ رکھا تھا۔ جب

وہ ان کے قریب آیا تو گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ بادشاہ اس آدمی کو اٹھا کر سیدھا جھونپڑے میں لے گیا اور آرام سے زمین پر لٹا دیا۔ اس نے زخم سے خون روکنے کا انتظام کیا اور اس کے زخم پر پٹی باندھی۔ جلد ہی وہ آدمی سو گیا۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ بادشاہ بھی تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ بوڑھے نے اسے ٹھہرنے کی دعوت دی۔ بادشاہ نے اس کی مہمان نوازی کو قبول کر لیا۔ بوڑھے نے اسے کھانا اور سونے کے لیے سوکھی گھاس کا بستر دیا۔ رات بھر بادشاہ سکون کی نیند نہ سو سکا، لیکن اس کو جوابات معلوم کرنے تھے، اس وجہ سے اس نے سب کچھ برداشت کیا۔ دن چڑھے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ زخمی آدمی بھی جاگ گیا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: "اب آپ کیسے ہیں؟"

آدمی نے جواب دیا: "میں بہتر محسوس کر رہا ہوں، بادشاہ سلامت! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ مجھے معاف کر دیا جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں یہاں آپ کو قتل کرنے آیا تھا، کیوں کہ آپ نے میرے بھائی کو قتل کرایا تھا۔ میں اس غم میں آپ کا بدترین دشمن ہو گیا۔ میں چھپا ہوا تھا اور آپ کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جب آپ واپس نہیں لوٹے تو میں اپنی خفیہ جگہ سے نکل آیا۔ آپ کے نوکروں نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا۔ انھوں نے مجھے شدید زخمی کر دیا، لیکن میں بچ نکلا۔ اگر آپ نے میری دیکھ بھال نہ کی ہوتی تو میں مر گیا ہوتا۔ اب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب آپ مجھے اپنے مخلص خادموں میں شمار کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے بادشاہ کو سلام کیا اور چلا گیا۔

جب وہ آدمی چلا گیا تو بادشاہ نے پھر بوڑھے سے اپنے سوالات کے جوابات

کے لیے کہا۔

بوڑھے نے جواب دیا: ''آپ پہلے ہی جواب حاصل کر چکے ہیں۔ سب سے اہم وقت وہ تھا، جب آپ میری مدد کرنا چاہتے تھے۔ سب سے اہم کام زمین کی کھدائی تھا اور میں آپ کے لیے سب سے اہم آدمی تھا۔ کیا ایسا نہیں تھا؟ آپ واپس جاتے اور قتل ہو جاتے۔ دوسری مرتبہ سب سے اہم شخص زخمی آدمی تھا اور سب سے اہم کام اس کی مرہم پٹی تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ایک وفادار نوکر سے محروم ہو چکے ہوتے۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں۔

بادشاہ کو اپنے سوالات کے جوابات مل چکے تھے، یعنی اسے کام یابی کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ کسی کام کے کرنے کا سب سے اہم وقت حال ہے، سب سے اہم کام وہ ہے جو ہم اب کر رہے ہیں اور سب سے اہم شخص وہ ہے جس کے ساتھ ہم اس لمحے میں موجود ہیں۔

شرط

محمد شہریار، شاہ کوٹ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شہر بغداد میں ایک نہایت شریف سوداگر رہتا تھا۔ وہ بہت کم منافع پر مال بیچتا تھا، اس لیے اپنے شہر میں ہر دل عزیز تھا۔ ایک دفعہ سوداگر عجیب مشکل میں گرفتار ہو گیا۔ اس کا ایک کاروباری ساتھی یہودی تھا۔ اس سے بہت حسد کرتا تھا اور موقع کی تاک میں تھا کہ سوداگر کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ وہ شہر میں سود پر رقم بھی دیا کرتا تھا۔

کچھ مدت گزری اس شریف سوداگر کو کچھ رقم کی ضرورت پڑی۔ اس نے امیر آدمی سے قرض مانگا۔ وہ رقم دینے پر تیار تو ہو گیا، لیکن اس نے ایک نرالی شرط بھی رکھی کہ اگر سوداگر وقتِ مقررہ پر اس کا قرض ادا نہ کر سکا تو وہ اس کے بدلے اس کے جسم کے جس حصے سے چاہے گا ایک سیر گوشت کاٹ لے گا۔

سوداگر مجبور تھا۔ اس نے مجبوراً شرط مان

لی اور پکی دستاویز لکھ کر امیر کے حوالے کر دی۔

اتفاق سے ایسا ہوا کہ وہ سوداگر مقررہ وقت پر قرض ادا نہ کر سکا تو امیر نے فوراً عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ امیر کے پاس اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز موجود تھی۔ قاضی کو فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا، کیوں کہ اگر امیر آدمی اس کے جسم سے ایک سیر گوشت کاٹ لے گا تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

شہر میں ایک بہت ہی عقل مند شخص رہتا تھا لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے مقدمے کی وکالت کرنے کو کہا۔ وہ عقل مند شخص راضی ہو گیا اور فوراً جا کر قاضی سے کہنے لگا: ''اگر آپ مجھے اجازت دیں تو کیا میں اس مقدمے کی وکالت کر سکتا ہوں؟''

قاضی نے اسے اجازت دے دی۔

اس عقل مند شخص نے امیر آدمی سے پوچھا: ''کیوں بھائی! کیا یہی دستاویز لکھی گئی تھی کہ تم اس کے جسم سے ایک سیر گوشت جہاں سے چاہو گے کاٹ لو گے؟''

''بالکل یہی اقرار ہوا تھا۔ میرے پاس دستاویز موجود ہے۔'' امیر نے بڑے فخر سے بتایا۔

تو پھر ٹھیک ہے بھائی! تمھیں پورا حق حاصل ہے کہ تم سوداگر کے جسم سے ایک سیر گوشت کاٹ لو، لیکن اتنا خیال رکھنا کہ شرط صرف گوشت کی ہے اور وہ بھی پورا ایک سیر، نہ کم نہ زیادہ اور خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہے۔ اگر تم نے ایک سیر سے کم یا زیادہ کاٹا تو سوداگر کا خون ضائع ہوگا اور تمھیں اقدامِ قتل کی سزا ملے گی۔''

اس عقل مند شخص نے بہت سمجھا کر امیر آدمی سے کہا۔

امیر آدمی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ لوگ اش اش کر اٹھے اور قاضی نے حکم دیا کہ امیر کو صرف رقم ادا کر دی جائے۔ ☆

گھر اور گھونسلا

روبنسن سیموئیل گل

''اوہو! تم خواہ مخواہ ان معصوم چڑیوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہو، آخر یہ ہمیں کیا نقصان پہنچاتی ہیں؟''

''تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں، مگر مجھے پتا ہے کہ ان کی وجہ سے روزانہ کتنے تنکے اور گھاس وغیرہ ہمارے باتھ روم میں آ گرتے ہیں۔ روزانہ صفائی نہ کروں تو نالی بند ہو جاتی ہے اور پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔''

نواز صاحب کی بیوی نے واش روم کے دروازے میں کھڑے ہوئے انھیں تڑ کی بہ تڑکی جواب دیا، جو واقعی معصوم چڑیوں کے گھونسلے کے باعث خاصی پریشان دکھائی دیتی تھیں اور جلد از جلد اس کا حل نکالنا چاہتی تھیں۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے اپنی ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے نواز صاحب بولے: ''اچھا بیگم! ٹھیک ہے اس بار چھٹی کے روز اس گھونسلے کا ضرور کچھ کریں گے۔''

حقیقت تو یہ تھی کہ اس گھونسلے کے باعث جو ان کے واش روم کے روشن دان میں چڑیوں نے بنا رکھا تھا، ایگزاسٹ فین نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے علاوہ چڑیاں روشن دان کے شیشے پر اکثر اپنی چونچ سے ٹھک ٹھک کرتی رہتی تھیں اور یہ شور بھی مسز نواز کے لیے کوفت کا باعث ہوتا تھا۔

نواز صاحب کے باغیچے میں سفیدے، امرود، شہتوت، اور انار کے درخت تھے۔ ان میں سے چند درختوں پر پرندوں نے بسیرا کر رکھا تھا، مگر چڑیوں کے اس جوڑے کو روشن دان ہی پسند آیا تھا۔ اس طرح وہ نظروں سے اوجھل رہتے اور اس کے نزدیک گیزر بھی تھا، جس کی حرارت قدرے سرد موسم میں انھیں سکون پہنچاتی تھی۔

سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ بلی وغیرہ کی رسائی درخت پر تو ممکن ہو جاتی تھی، مگر یہاں ان

کے ننھے منے بچے گھونسلے میں محفوظ تھے۔ گھونسلا اونچا ہونے کے باعث نواز صاحب کے بچوں کی پہنچ سے بھی دور تھا۔

نواز صاحب نے بیگم سے کہہ تو دیا، مگر دل میں سوچتے تھے کہ معصوم چڑیوں کا گھونسلا کیوں کر برباد کریں۔

صبح صبح چڑیوں کی چہکار کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ نواز صاحب اپنے لان میں صبح کی سیر کرتے ہوئے پرندوں کی اس ثنا خوانی سے بے حد خوش ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ گھونسلا توڑنے کی صورت میں چڑیوں کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بڑے ہونے سے پہلے ہی مر جاتے۔ انھیں بلی کھا جاتی یا پھر کوے یا چیل کے شکار بن جاتے۔ خیر روز مرہ زندگی کی مصروفیات میں آخر کار ہفتہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

چھٹی کا روز تھا۔ نواز صاحب کے تینوں بچے اب تک خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ نواز صاحب واش روم میں منھ دھونے گئے تو ان کی بیوی فرش پر وائپر چلاتے ہوئے بولیں: ''آج ان چڑیوں کا ضرور کچھ کریں، یہ دیکھیں پھر نالی بند ہو گئی ہے۔ میں نے ابھی ابھی پہلے والے تمام تنکے نکالے ہیں۔''

نواز صاحب نے بھی تمام حالات کا جائزہ لیا اور بولے: ''اچھا کچھ سوچتے ہیں۔''

''اب سوچتے ہی نہ رہیے گا، کچھ کر بھی لیجیے آج۔'' بیگم نواز نے ہاتھ دھوئے اور یہ کہہ کر ناشتا بنانے کچن میں چلی گئیں۔

سردیاں شروع ہو رہی تھیں۔ بارش نے ٹھنڈ میں اضافہ کیا تو نواز صاحب نے گیزر آن کر دیا۔ وہ شیو کرنے میں مصروف تھے اور روشن دان کے شیشے پر چڑیوں کے مسلسل ٹھونگے سنتے تھے۔ بیوی کے روز روز کے لیکچر سے اب انھیں بھی یہ ٹھک ٹھک کچھ زیادہ ہی شدت کے ساتھ سنائی دے رہی تھی۔ ابھی وہ اسی ٹھک ٹھک کی جانب دھیان دے رہے تھے کہ واش روم کے دروازے پر کسی نے زور زور سے دستک دی۔

''ابو! جلدی کریں مجھے اندر آنا ہے۔'' یہ ان کے چھوٹے بیٹے زوہیب کی آواز تھی۔

''اچھا بیٹا! بس دو منٹ۔''

اس اثناء میں چڑیوں کا چہچہانا غیر معمولی طور پر کافی شدت اختیار کر چکا تھا۔ نواز صاحب نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا: ''آج ان کا کچھ کرنا ہی پڑے گا۔''

واقعی ان کا شور حد سے زیادہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ انھوں نے ایگزاسٹ فین کا بھی بغور جائزہ لیا تو اس کی پلاسٹک کی بنی جالیوں میں سے گھاس پھوس اور تنکے اندر کی جانب لٹکے ہوئے تھے اور باقاعدگی سے واش روم کے فرش پر گرتے رہتے تھے۔ وہ ایک ارادے کے ساتھ باہر نکل گئے۔

زوہیب واش روم میں آ گیا تو انھوں نے فاخر اور بیٹی مہک کو بھی آواز دی: ''جاگ جاؤ بچو! دیکھو کتنا دن چڑھ آیا ہے۔ آج ہم سیر کے لیے بھی جائیں گے۔''

سیر کا نام سن کر بچے پُر جوش انداز میں جاگ اُٹھے۔

باورچی خانے کی جانب چہرہ کر کے نواز صاحب بولے: ''بیگم! آج تو چڑیاں بے چاری

بہت زیادہ شور کر رہی ہیں، شاید انھیں ہمارے منصوبے کا پتا چل گیا ہے، اس لیے پریشان ہیں۔''

ان کی بات سن کر بیگم مسکرائیں: ''آپ کو تو بس ان کی ہی فکر ہے، کوئی بات نہیں کہیں اور گھونسلا بنالیں گی، آپ بہانے بنانا چھوڑیں۔''

''بیگم! ویسے میں سوچ رہا تھا کہ اگر ہمارے گھر کو کوئی تباہ کرے تو ہمیں کیسا لگے گا؟''

''اوہو، آپ تو خواہ مخواہ جذباتی ہو رہے ہیں، جائیں جو کام کہا ہے وہ کریں۔''

بیگم کی بات سن کر نواز صاحب ہنستے ہوئے گھر کی پچھلی جانب چل پڑے، جہاں روشن دان اور چڑیوں کا گھونسلا تھا۔

زوہیب اپنی والدہ کے پاس آیا اور بولا: ''ماما! آج تو چڑیاں بہت زیادہ شور کر رہی ہیں، پتا نہیں انھیں کیا ہو گیا ہے۔''

''اف! لگتا ہے تم پر بھی اپنے پاپا کا اثر ہو گیا ہے۔''

''کیوں پاپا کو کیا ہوا ہے؟''

''وہ بھی ان چڑیوں سے بڑی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے ابھی بھیجا ہے انھیں گھونسلا توڑنے کے لیے۔''

یہ سن کر زوہیب نے بھی دوڑ لگائی، تاکہ والد کو یہ کارروائی کرتے ہوئے دیکھ سکے۔

زوہیب وہاں پہنچا تو اُدھر کا منظر ہی دوسرا تھا۔

پریشانی کے عالم میں ابو چلّائے: ''بیٹا! جلدی کرو، دوسری بالٹی بھی پانی سے بھر لاؤ۔''

زوہیب بھی یکدم بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اور زور زور سے چلّانے لگا: ''ابو! یہ کیا ہو گیا، ابو! یہ کیا ہو گیا؟''

چڑیوں کا چہچہانا بھی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اسی بنا پر آج چڑیاں معمول سے زیادہ غل مچا رہی تھیں، جسے نواز صاحب اور پھر ان کے بیٹے زوہیب نے بھی عین وقت پر دیکھ لیا تھا۔ دراصل گیزر کی گیس کسی جگہ سے لیک ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج صبح صبح آگ بھڑک اُٹھی، جس نے ارد گرد پڑے گتّے کے ڈبوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر تھوڑی سی مزید دیر ہو جاتی تو نہ جانے کتنا بڑا نقصان ہو جاتا۔ اسی اثناء میں بڑا بھائی فاخر بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ تینوں نے مل کر جلد آگ پر قابو پا لیا۔

''شکر ہے کہ میں وقت پر پہنچ گیا۔'' ابو نے زوہیب اور فاخر کو مخاطب کر کے کہا۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر چڑیوں اور گھونسلے والا معاملہ پیش نہ ہوتا تو گھر کے پچھواڑے کسی کا بھی چکر نہیں لگنا تھا۔

''اگر بے چاری چڑیاں شور مچا کر ہمیں خبردار نہ کرتیں تو بہت نقصان ہو جاتا۔'' زوہیب نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

فاخر بولا: ''چڑیوں کو تو اپنے گھونسلے کی فکر تھی کہ کہیں وہ اور ان کے بچے جل نہ جائیں۔''

نواز صاحب بولے: ''اگر آگ سے ان کا گھونسلا نہ بھی جلتا تو بھی میں اسے توڑنے ہی

آیا تھا یعنی دونوں صورتوں میں تباہی ان کا مقدر تھی۔''

زوہیب بولا: ''میرے خیال میں تو ہمیں اب ایسا نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ ان ہی معصوم چڑیوں کے باعث ہمارا گھر جلنے سے بچ گیا ہے۔''

ان کے ابو اور فاخر نے زوہیب کی تائید کی۔ تینوں گھر کے اندر آ چکے تھے۔

''لگتا ہے گھونسلا توڑنا خاصا مشکل تھا، آپ لوگوں کا شور وغل تو یہاں تک سنائی دے رہا تھا۔''

اپنی بیگم کی بات سن کر نواز صاحب مسکراتے ہوئے بولے: ''گھونسلا توڑنا نہیں، بلکہ اپنا گھر جلنے سے بچانا خاصا دشوار تھا۔''

بیگم نے فکرمندی والے انداز میں حیرانی سے پوچھا: ''کیا مطلب، ہمارا گھر کیسے جلنے والا تھا؟''

گیزر والے گیس پائپ میں شدید آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ چڑیاں شور کر کے ہمیں نہ بتاتیں تو بہت نقصان ہو جاتا۔''

زوہیب نے پُرجوش انداز میں اپنی والدہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

امی جان ناشتے میں پراٹھے اور مزے دار آملیٹ تیار کر چکی تھیں، جس کی مہک بھوک کو اور زیادہ چمکا رہی تھی۔

سارا خاندان مل کر ناشتا کرنے میں مصروف تھا۔ نواز صاحب نے پختہ ارادے کے ساتھ اعلان کیا: ''لو بھئی، چڑیوں نے ہمارے گھر کو جلنے سے بچایا تو ہم بھی ان کے گھونسلے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ کل ہی میں بڑھئی سے خوب صورت لکڑی کے چھوٹے ہٹ بنواؤں گا۔ ایک روشن دان کے ساتھ اور باقی درختوں کے ساتھ لٹکا دیں گے۔ اس طرح لان کی خوب صورتی میں بھی اضافہ ہو جائے گا اور تمام پرندے بھی ان میں محفوظ رہیں گے۔''

ان کی بیگم سمیت سب نے اس بات سے اتفاق کیا۔

چند دنوں بعد ہی روشن دان والی چڑیاں سبز رنگ کے خوب صورت سے ہٹ نما لکڑی کے مکان میں منتقل ہو گئیں۔ اس طرح نواز صاحب کا گھر اور چڑیوں کا گھونسلا دونوں محفوظ رہے۔ ☆

ننھی مصورہ
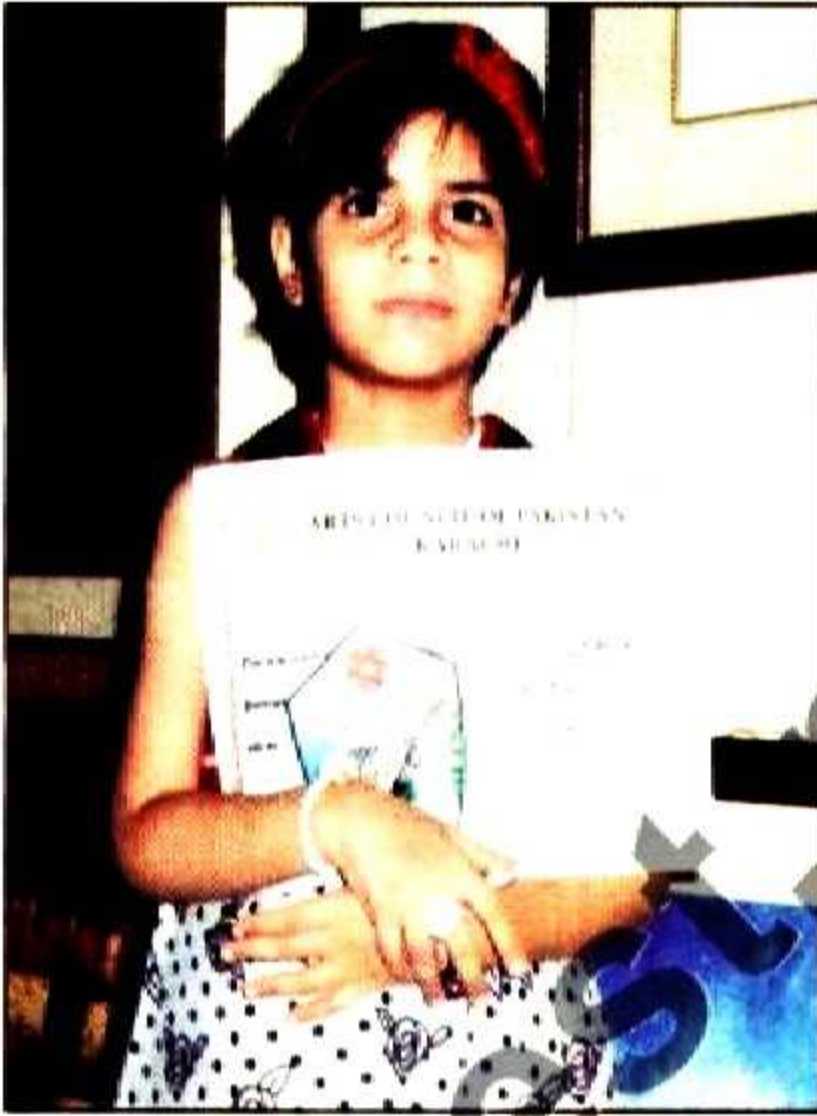
زرینہ پٹیل

اللہ تعالیٰ بعض انسانوں کو کچھ صلاحیتیں پیدائشی طور پر عطا فرما دیتا ہے اور وہ بچپن ہی سے اس کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان ہی میں ماہین زبیری کا شمار بھی ہے۔ ماہین پہلی جماعت کی طالبہ ہیں۔ ان کی عمر چھے سال ہے اور انھیں مصوری سے بے حد لگاؤ ہے۔ وہ جب تین سال کی تھیں تو وہ پھولوں اور گڑیوں کی تصاویر بنایا کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ قدرتی مناظر کی تصویر کشی بھی کرنے لگیں۔ ماہین کے والد کا شمار مصوری کے نقادوں میں ہوتا ہے۔ گویا ماہین کو یہ شوق ورثے میں ملا ہے۔ وہ اپنا وقت ٹی وی پہ کارٹون اور فلمیں دیکھ کر برباد نہیں کرتیں، بلکہ فارغ اوقات میں سورج، پہاڑ، باغ اور قدرتی مناظر کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۴ کو انھوں نے آرٹس کونسل کے تحت ہونے والے مقابلۂ مصوری میں حصہ لیا اور تمام منصفوں کی متفقہ رائے کے مطابق پہلے انعام کی حق دار قرار پائیں۔ ماہین زبیری نے پہلا انعام جیتا تو امی، ابو، بہن بھائی، اساتذہ، ہم جماعتوں سب کو بہت خوشی ہوئی اور سب نے ان کو مبارک باد دی۔ مستقبل میں ماہین کا ارادہ مصوری کی استاد بننے کا ہے۔ ☆

غرور کا سر

جاوید اقبال

جنگل کے کنارے ''تابو'' نام کا ایک بونا رہتا تھا۔ گھر کے سامنے ہی اس کا باغ تھا، جس میں سرخ سرخ اسٹرابریاں لگی ہوئی تھیں۔ جب اسٹرابریاں پک کر رس سے بھر جاتیں تو تابو انھیں توڑ کے قصبے کے بازار میں بیچ آتا اور ان کی فروخت سے جو رقم ملتی اس سے اپنے کھانے پینے کا سامان خرید لاتا، تاکہ برف باری کے موسم میں اسے تکلیف نہ ہو۔

ایک دن تابو اسٹرابری کے پودوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں شاخیں کاٹنے والی بڑی سی قینچی تھی، جس سے وہ فالتو شاخیں کاٹ رہا تھا۔ اسی دوران دو بونے وہاں آ گئے۔ ان بونوں کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ وہ للچائی ہوئی نظروں سے اسٹرابریوں کو دیکھ رہے تھے۔ ایک بونے نے آگے بڑھ کر تابو سے کہا: ''کیا ہم کچھ اسٹرابریاں لے لیں؟ ہم بھوکے ہیں۔''

تابو نے منھ پھیر کر کہا: ''یہ اسٹرابریاں میری ہیں اور میں ایک بھی اسٹرابری کسی کو نہیں دوں گا۔''

اب دوسرا بونا آگے بڑھا اور التجا کرتے ہوئے کہا: ''ہم بھوکے اور مجبور ہیں ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں۔ برف باری کا موسم قریب ہے، ہمیں چند دنوں کے لیے اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دے دو۔''

تابو کا سر انکار میں ہلتا رہا، دونوں بونے کچھ دیر اس کی منت سماجت کرتے رہے، پھر مایوس ہو کر انھوں نے زمین پر گری چند اسٹرابریاں اُٹھائیں اور جنگل میں ایک طرف کو چلے گئے۔

بونوں کی اس بات پہ تابو کا منھ غصے سے سرخ ہو گیا۔ جب وہ اپنے گھر آیا تو غصے سے اس کی داڑھی کے بال تھر تھرا رہے تھے۔ اس نے غصے سے چلّا کر کہا: ''میں ان مفت خوروں کو ایک بھی اسٹرابری نہیں دوں گا۔ یہ باغ میں نے خیرات میں بانٹنے کے لیے نہیں لگایا۔''

اس نے ایک بڑی سی ٹوکری اُٹھائی اور باہر جا کر ساری اسٹرابریاں توڑ کر اپنے

گھر لے آیا۔ دوسرے دن وہ اپنے گھر کی اوپری منزل کی کھڑکی میں کھڑا تھا کہ دونوں بونے پھر آ گئے۔ ایک بونے کے ہاتھ میں ٹوکری تھی۔ شاید وہ اس ٹوکری میں تابو سے اسٹرابریاں لینے آئے تھے۔ وہ وہاں آ کر حیران رہ گئے، کیوں کہ وہاں اب ایک بھی اسٹرابری نہیں تھی۔ انھوں نے حیرانی سے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ تابو ان کی حالت پر مسکرا رہا تھا۔ اس نے چلا کر کہا: ''اگر تمھارے پاس پیسے ہیں تو یہاں دروازے کے قریب آ جاؤ، مفت میں تمھیں ایک بھی اسٹرابری نہیں ملے گی۔''

دونوں بونوں نے پریشان نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا، کیوں کہ ان کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ ایک بونے نے ہمت کر کے کہا: ''ہم تو بالکل مفلس ہیں، ہمارے پاس تو ایک کوڑی تک نہیں ہے۔''

''اگر تمھارے پاس رقم نہیں تو پھر یہاں کیا لینے آئے ہو۔ میں اپنی محنت کی کمائی تم جیسے بھکاریوں کو مفت نہیں بانٹ سکتا۔ جاؤ، چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' تابو بونے نے نفرت سے کہا اور زور سے کھڑکی بند کر دی۔

دونوں بونے کچھ دیر مایوس نظروں سے بند کھڑکی کو دیکھتے رہے، پھر ناامید ہو کر واپس لوٹ گئے۔ ان کے جانے کے بعد تابو زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔

اس رات تابو آتش دان میں آگ جلانے بیٹھا تھا کہ اچانک آسمان پر بجلی کا زوردار کڑاکا ہوا۔ پھر بادل گرجے، تیز ہوا کے جھکڑ چلنے اور زبردست برفانی طوفان آیا، جس نے سب کچھ اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ کئی درخت جڑوں سے اُکھڑ گئے۔ تابو کا گھر بھی اس طوفان کی لپیٹ میں آ گیا۔ گھر کی کھڑکیاں دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ جس کمرے

میں راشن اور استر بریاں پڑی تھیں اس کی چھت ایک زوردار دھماکے سے گر گئی اور کھانے کا سب سامان ملبے تلے دب گیا۔ تمام رات آسمان سے برف گرتی رہی۔ تابو ایک کونے میں دبکا سردی سے ٹھٹھرتا رہا۔ صبح اس نے دیکھا کہ گھر کا بیشتر حصہ ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ کھانے کا سارا سامان بھی ملبے اور برف کے نیچے دب گیا تھا۔ تابو نے بیلچے سے ملبا اور برف ہٹانے کی کوشش کی، مگر اس پہاڑ سے ڈھیر کو ہٹانا ایک اکیلے بونے کے بس کا کام نہیں تھا۔ وہ تھک ہار کر ایک طرف بیٹھ گیا اور سر جھکا کر سوچنے لگا کہ اگر میں ان بونوں کو گھر میں پناہ دے دیتا تو اس وقت ہم تینوں مل کر یہ ملبہ ہٹا لیتے، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ دوسرے دن اس نے ملبہ ہٹانے کی پھر کوشش کی، مگر برف کا ڈھیر اب اور بھی بلند ہو گیا تھا۔ اپنی پوری کوشش کے باوجود وہ ایک دو فیٹ ہی ملبہ ہٹا سکا۔

دو دن تک وہ بھوک اور سردی سے لڑتا رہا۔ تیسرے دن بھوک سے نڈھال قصبے کی طرف چل پڑا، تاکہ قصبے میں کسی سے کچھ مانگ کر ہی اپنی بھوک مٹا سکے۔ چلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ دو دن پہلے دو بھوکے انسان مجھ سے کھانے کو مانگ رہے تھے، مگر میں نے انھیں دھتکار دیا تھا۔ آج میں اپنی بھوک مٹانے کسی سے مانگنے نکلا ہوں۔ شاید یہی میری سزا ہے۔

تمام راستے کئی فیٹ برف کے نیچے دب گئے تھے۔ تابو کے جوتے نرم نرم برف میں دھنس رہے تھے۔ تیز ہوا کے دباؤ سے اس کی ٹانگیں لرزتی تھیں۔ وہ زیادہ دیر تک طوفانی ہوا کا مقابلہ نہ کر سکا اور لڑکھڑا کر گر پڑا۔ برف کے گالے اس کے اوپر گرنے لگے۔ اس نے

اُٹھنے کی ایک آخری کوشش کی، مگر وہ نہ اُٹھ سکا اور وہ برف کے نیچے دبتا چلا گیا۔ پھر جیسے ایک روشن ستارہ اُبھرا اور پھیلتے پھیلتے سورج بن گیا۔ تابو ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ ''کیا میں زندہ ہوں'' اس نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں تم زندہ ہو اور اپنے گھر میں ہو۔'' ایک آواز سنائی دی۔ تابو نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ اس کے سامنے وہی دونوں بونے بیٹھے تھے۔

''کیا تم مجھے یہاں لائے ہو؟'' تابو نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں جب برف کا طوفان آیا تو ہم قریب ہی جنگل میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ سخت طوفان اور راستے بند ہونے کی وجہ سے ہمیں تم تک پہنچنے میں دیر لگی، پھر جب ہم یہاں پہنچے تو تمھیں طوفان میں گھرے دیکھ لیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم بروقت تم تک پہنچ گئے اور تمھیں برف سے زندہ سلامت نکال لیا۔''

تابو کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے، وہ آہستہ قدموں سے بونوں کے پاس پہنچا اور بولا: ''تم لوگوں نے جو کچھ کیا، وہ انسانیت کا ثبوت ہے۔ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ آج سے یہ گھر ہم تینوں کا ہے۔ یہ اسٹرابری کے باغ بھی ہم تینوں کے مشترک ہیں۔ یہاں بہت سی زمین خالی ہے، ہم مل کر یہاں اسٹرابری کے باغ لگائیں گے۔''

دونوں بونوں کے چہرے مسرت سے جگمگا اُٹھے۔ انھوں نے بیلچے اُٹھائے اور ایک نئے عزم کے ساتھ گری ہوئی چھت کا ملبا ہٹانے لگے۔

☆☆☆

آمدِ رمضان

شمس القمر عاکف

رحمتوں کا مہینا آیا ہے
برکتوں کا مہینا آیا ہے

معتبر دن ، کمال کی راتیں
عظمتوں کا مہینا آیا ہے

دیکھ ، کیا کیا سجے ہیں دستر خواں
نعمتوں کا مہینا آیا ہے

روز ہی عید کا سماں جیسے
رونقوں کا مہینا آیا ہے

شاد ہے دل ، تو پُرسکون نظریں
راحتوں کا مہینا آیا ہے

روزہ داروں کی سانس بھی خوشبو
نکہتوں کا مہینا آیا ہے

دل کی دنیا بدل گئی یک دم
چاہتوں کا مہینا آیا ہے

رب کو راضی کرو میاں عاکف!
بخششوں کا مہینا آیا ہے
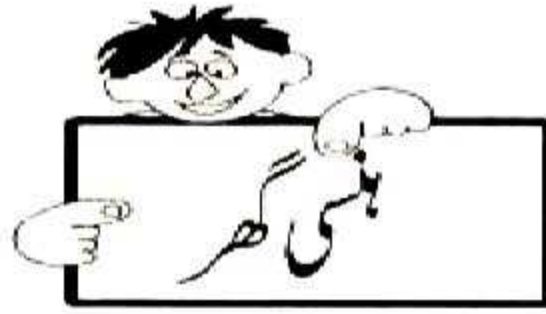
ایک ماں کسی ماہر نفسیات کے پاس پہنچی اور کہنے لگی: ''میں اپنے بیٹے کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں، وہ مٹی کے لڈو بنا بنا کر کھاتا رہتا ہے۔''

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔'' ماہر نفسیات نے کہا: ''بڑے ہو کر اس کی عادت خود بخود چھوٹ جائے گی۔''

ماں نے کہا: ''جناب! کوئی فوری علاج بتائیں، ورنہ میرے بیٹے کی بیوی رو رو کر پاگل ہو جائے گی۔''

مرسلہ : حفصہ نادر، میر پور خاص

مریض: ''ایک عورت کار چلا رہی تھی، جس کی ٹکر سے میں زخمی ہوا ہوں۔''

ڈاکٹر: ''جب کار ایک عورت چلا رہی تھی تو تم کو سڑک سے دور ہٹ کر چلنا چاہیے تھا۔''

مریض: ''سڑک کہاں ڈاکٹر صاحب! میں تو پارک میں لیٹا ہوا تھا۔''

مرسلہ : مسکان عطاء اللہ، جگہ نامعلوم

ایک بے وقوف لائبریری سے مطالعے کے لیے کتاب لے کر گیا، مگر دوسرے دن کتاب واپس کرتے ہوئے لائبریرین سے کہا: ''پہلی بار ایسی کتاب پڑھی، جس میں بالکل مزہ نہیں آیا۔''

لائبریرین: ''مطالعے کے لیے ٹیلی فون ڈائریکٹری لے جانے والے بھی آپ پہلے آدمی ہیں۔''

مرسلہ : سعد عبداللہ بنگش، حیدر آباد

ایک بھکاری بینک میں داخل ہونا چاہتا تھا، لیکن گارڈ نے اسے روک لیا اور کہا: ''جاؤ بابا! جاؤ، معاف کرو۔''

بھکاری نے حقارت سے اسے گھورتے ہوئے کہا: ''بے وقوف! میں یہاں بھیک مانگنے نہیں، بلکہ اپنے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار جمع کرانے آیا ہوں۔''

مرسلہ : محمد عبدالرؤف عرف اظفر، سانگھڑ

ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے: ''میں

معافی چاہتا ہوں کہ میری مرغی آپ کے لان میں نکلنے والے نئے پھول کھا گئی ہے۔"

دوسرا پڑوسی: "معذرت کی ضرورت نہیں ہے، میری بلی آپ کی مرغی کو کھا گئی ہے حساب برابر ہو گیا۔"

پہلا پڑوسی: "حساب برابر ہونے کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ابھی میں گھر آ رہا تھا کہ آپ کی بلی میری گاڑی کے نیچے آ کر کچل گئی ہے۔"

مرسلہ : چودھری عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ

😊 ایک گاؤں میں کسی بزرگ کا انتقال ہو گیا تو اس وجہ سے اسکول میں بچوں کی چھٹی ہو گئی۔

دوسرے دن اسکول سے آتے وقت بچوں نے دو بزرگوں کو دیکھا تو ایک بچہ بولا: "دیکھو، دو چھٹیاں اور گھوم رہی ہیں۔"

مرسلہ : تسمینہ ادریس کھتری، کراچی

😊 ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا: "تمھارے ماتھے پر کس چیز سے چوٹ لگی؟"

آدمی نے معصومیت سے جواب دیا: "میں چپل سے کیل ٹھوک رہا تھا کہ ایک آدمی نے مشورہ دیا کہ اپنا سر استعمال کرو۔"

مرسلہ : رشیدہ سحر، حیدرآباد

😊 ماں: "بتاؤ تین اور تین کتنے ہوتے ہیں؟"

بیٹا: "چھے۔"

ماں: "شاباش! یہ لو چھے ٹافیاں۔"

بیٹا: "میں غلط بتا گیا، تینتیس ہوتے ہیں۔"

مرسلہ : حافظ محمد ذکوان شفیق، چشمہ

😊 ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا: "مجھے پلاسٹک سرجری کرانی ہے، اس کے کتنے پیسے ہوں گے؟"

ڈاکٹر: "دو لاکھ روپے۔"

آدمی بولا: "اگر میں پلاسٹک خود لے آؤں تو؟"

ڈاکٹر: "تو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے، خود گرم کر کے چپکا لینا۔"

مرسلہ : محمد عمیر ایوب، ننکانہ صاحب

😊 منا ماں سے: "امی! میں بڑا کب تک ہو جاؤں گا؟"

ماں: ''بیٹا! جب تم پڑھ لکھ جاؤ گے۔''
منا: ''تو کیا سلیم کے ابو ابھی چھوٹے ہیں، وہ بھی تو پڑھتے ہیں۔''

مرسلہ : محمد اجمل شاہین انصاری، چونگ سٹی

☺ ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا: ''بتاؤ، اس دنیا کا سب سے شریف آدمی کون ہے؟''
دوست نے کہا: ''یہ بتا کر میں اپنے منھ میاں مٹھو نہیں بننا چاہتا۔''
اچھا تو سب سے زیادہ بے ایمان شخص کون ہے؟'' اس شخص نے پھر پوچھا۔
''یہ بتا کر میں تم سے دشمنی مول نہیں لینا چاہتا۔'' دوست نے جواب دیا۔

مرسلہ : الطاف حسین، کانگڑہ شبقدر

☺ ایک شخص نے مہنگائی دیکھتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا: ''مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے، تم دال ذرا پتلی پکایا کرو۔''
اگلے دن اس شخص نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا: ''میں نے تمھیں دال پتلی پکانے کو کہا تھا، تم نے تو بس پانی میں ذرا سی دال چھڑک دی ہے۔''

مرسلہ : سیدہ علیزہ زہرہ رضوی، کراچی

☺ ایک بے وقوف ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا: ''ڈاکٹر صاحب! میری طبیعت کل رات سے خراب ہے۔''
ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد کہا: ''آپ کو شوگر ہے، آپ روزانہ شوگر چیک کر لیا کریں۔''
دوسرے دن بے وقوف اپنی بیوی سے: ''باورچی خانے میں شکر کہاں رکھی ہے؟''
بیوی: ''کیوں پوچھ رہے ہو؟''
بے وقوف: ''شوگر چیک کرنی ہے، کم ہے یا زیادہ ہے۔''

مرسلہ : خدیجۃ الثناء، کراچی

☺ ایک کنجوس کے ہاں مہمان آیا۔ اس نے مہمان سے پوچھا: ''کیا لیں گے۔ ٹھنڈا یا گرم؟''
مہمان: ''دونوں لے آئیں۔''
کنجوس نے بیگم کو آواز دے کر کہا: ''بیگم! دو گلاس پانی لے آؤ، ایک فریزر سے اور دوسرا گیزر سے۔''

مرسلہ : سمعیہ وسیم، سکھر

بیت بازی

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم

شاعر: میر تقی میر — پسند: نادیہ ہمہ، کراچی

صبح کے تخت نشیں، شام کو محروم ٹھہرے
ہم نے پل بھر میں نصیبوں کو بدلتے دیکھا

شاعر: بہادر شاہ ظفر — پسند: مہک اکرم، لیاقت آباد

مجھے شوقِ سفر کچھ اس قدر ہے
کہ اکثر نیند میں چلتا رہا ہوں

شاعر: عالم تاب تشنہ — پسند: کیا نعت علی، لاہور

نہال اس گلستان میں جتنے بڑے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

شاعر: مولانا الطاف حسین حالی — پسند: سیدہ اریبہ بتول، کراچی

ہم کو مٹا سکے، یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے، زمانے سے ہم نہیں

شاعر: جگر مراد آبادی — پسند: آمنہ افراسیاب، کراچی

جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے، راستہ وہیں سے نکلے گا

شاعر: احمد ندیم قاسمی — پسند: عرشیہ نوید، کراچی

یہی اندازِ دیانت ہے تو کل کا تاجر
برف کے باٹ لیے دھوپ میں بیٹھا ہوگا

شاعر: انور شعور — پسند: منیر نواز، ناظم آباد

اگرچہ خود کو سمجھنے میں اک زمانہ لگا
بُرا کہا بھی کسی نے تو پھر بُرا نہ لگا

شاعر: خالد ملک — پسند: علیمہ سلیم، رحیم یار خان

جب چل پڑے ہیں تو راہ میں رکنے کا کیا سوال
ہر چند ناتواں ہیں ہم، مگر حوصلہ تو ہے

شاعر: افتخار عارف — پسند: عائشہ ثاقب، جوہر، پنڈ دادن خان

سمجھا گئے ہمیں کہ ہے کیا چیز دشمنی
ان دوستوں کی خیر، بڑا کام کر گئے

شاعر: یزدانی جالندھری — پسند: نیلوفر، اسلام آباد

یہ پرسشِ احوال تو اک رسم ہے، ورنہ
لوگوں کو مرے حالِ پریشاں کی خبر ہے

شاعر: گلنار آفرین — پسند: عائشہ نعیم، ملتان

ابھی سوکھی نہیں دیوار گھر کی
کہ پھر بارش کا موسم آ گیا ہے

شاعر: قسیم روش — پسند: خوشبو عالم، کوئٹہ

اپنوں کے زخم کھا کے میں نکلا جو شہر سے
جو اجنبی ملا، وہی اپنا لگا مجھے

شاعر: زبیر کھوکھر — پسند: قیصر زیدی، فیصل آباد

کانٹوں کی کسی طور نہ بدلی فطرت
سائے میں رہے گل کے، مگر خار رہے

شاعر: فدا خالدی — پسند: شائمہ عمران، ناظم آباد، کراچی

انعامی سلسلہ ۲۲۳

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جولائی ۲۰۱۴ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت اسحاق کی والدہ محترمہ کا نام حضرت .... تھا۔ (حضرت ہاجرہ ۔ حضرت سارہ ۔ حضرت مریم)

۲۔ جنگ یرموک سنہ .... ہجری میں ہوئی تھی۔ (۱۳ ہجری ۔ ۱۴ ہجری ۔ ۱۵ ہجری)

۳۔ پاکستان ریڈ کراس سوسائٹی کا نام بدل کر .... رکھا گیا ہے۔ (ہلال پاکستان ۔ ہلال احمر ۔ ہلال وطن)

۴۔ راجا غضنفر علی خاں پاکستان کے پہلے .... تھے۔ (وزیر آب پاشی ۔ وزیر قانون ۔ وزیر صحت)

۵۔ مشہور کتاب "گنجے فرشتے" .... کی تصنیف ہے۔ (سعادت حسن منٹو ۔ شفیق الرحمٰن ۔ شوکت تھانوی)

۶۔ مشہور ناول نگار .... کا اصل نام محمد شریف تھا۔ (ریاض فرشوری ۔ نسیم حجازی ۔ اسماعیل ساگر)

۷۔ کوئٹہ اور سبی کے درمیان .... واقع ہے۔ (درہ خیبر ۔ درہ بولان ۔ درہ گومل)

۸۔ پاربتی پور .... کا ایک شہر ہے۔ (بھارت ۔ بنگلادیش ۔ بھوٹان)

۹۔ ایرانی سلطنت کا بانی .... تھا۔ (سکندر اعظم ۔ پیٹر اعظم ۔ سائرس اعظم)

۱۰۔ مادھو لال حسین .... زبان کے شاعر تھے۔ (پشتو ۔ پنجابی ۔ سندھی)

۱۱۔ "SAFFRON" انگریزی میں .... کو کہتے ہیں۔ (سونف ۔ اجوائن ۔ زعفران)

۱۲۔ رومن ہندسوں میں ایک ہزار کے عدد کو انگریزی کے حرف .... سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ (C-D-M)

۱۳۔ ''شر'' کا مطلب ہے ''شرارت'' جھگڑا، فساد۔ اس کی جمع .... ہے۔ (شرارہ ۔ شرر ۔ شرور)

۱۴۔ ایک کمرے میں ماں باپ، بیٹا بیٹی، بہن بھائی، شوہر اور بیوی بیٹھے ہیں۔ یہ کل .... افراد ہیں۔ (چار ۔ چھے ۔ آٹھ)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ بھی ہے: بغل میں .... منھ میں رام رام۔ (چھتری ۔ چھڑی ۔ چھری)

۱۶۔ میر تقی میر کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

پھرتے ہیں میر خوار، کوئی پوچھتا نہیں
اس .... میں عزتِ سادات بھی گئی

(بے خودی ۔ رسوائی ۔ عاشقی)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۲۳ (جولائی ۲۰۱۴ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ جولائی ۲۰۱۴ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جولائی ۲۰۱۴ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ۔ جولائی ۲۰۱۴ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا یئے۔

میں بہرا ہوں

مسعود احمد برکاتی

عزیز کی امی نے کہا کہ تم دونوں بھائی آپس میں خوب ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہو اور ماموں بے چارہ منھ دیکھتا رہتا ہے۔ سیدھا سادا انسان ہے۔ کچھ تو خیال کیا کرو۔ اس کی عمر ہی کا خیال کرلیا کرو، پھر رشتے میں بھی وہ تمھارا چچا لگتا ہے۔

عزیز بولا: "تو امی! وہ کوئی سنتے تھوڑی ہیں۔ ہم ذرا سا دل بہلا لیتے ہیں۔ ہم دل سے ان کی بُرائی نہیں کرتے اور امی! صرف ہم ہی ان کی بُرائی تھوڑی کرتے ہیں۔ سلیم چچا بھی تو اس روز ماموں چچا کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔"

عزیز کی امی نے پوچھا: "کیا کہہ رہے تھے؟"

عزیز نے بتایا: "وہ کہہ رہے تھے کہ نہ وقت دیکھتا ہے نہ بے وقت، مسلط ہو جاتا ہے اور نہ یہ دیکھتا ہے کہ کون ہمارے پاس بیٹھا ہے۔ اب اس روز میرے دوست آئے ہوئے تھے۔ دیکھو تو ماموں بھی آ کر میرے دوستوں کے ساتھ جم گیا۔ اب ہم دوستوں کے ساتھ ہنس بول رہے تھے۔ مانا کہ وہ ہماری باتیں سن نہیں رہا تھا، لیکن جب میری نظر اس کے چہرے پر پڑتی تھی تو مجھے ایسا لگتا تھا کہ وہ سب کچھ سن اور سمجھ رہا ہے۔ میرے دوست نے ایک لطیفہ سنایا تو ہمارے ساتھ وہ بھی خوب ہنسا، جیسے کہ وہ بھی لطیفے کو انجوائے کر رہا ہو۔"

امی بولیں: "خیر اس کو تو کیا لطف آیا ہوگا۔ عرصہ ہو گیا اس کے کان پٹ ہو چکے ہیں۔ اچھا خاصا تھا، بہت ملنسار اور خوش مزاج۔ بس ایک دن کیا ہوا کہ میدان میں سب کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا کہ گیند آ کر سیدھی اس کے کان پر لگی۔ بے چارہ بہت زور سے چیخا۔ کھیل ویل سب بند ہو گیا، کان سے خون بہنے لگا۔ اسپتال لے کر دوڑے۔ ڈاکٹروں نے انجکشن دیے۔ بہت علاج کیا، زخم تو ٹھیک ہو گیا، لیکن سماعت واپس نہیں

آ ئی۔ کان کیا بند ہوئے کہ بولتی بھی بند ہوگئی۔ جب سے مامون گُم سُم سا رہتا ہے۔''

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عامر ماموں آگئے۔ ان کے پیچھے پیچھے آمنہ خالہ بھی آگئیں۔ وہ بولیں: ''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''

انھوں نے کہا: ''باتیں کیا ہو رہی ہیں، مامون کا ذکر ہو رہا ہے۔''

آمنہ خالہ کہنے لگیں: ''ہاں بھئی بڑا مسئلہ ہوگیا۔ اچھا خاصا ہنستا بولتا انسان بہرا کیا گونگا بھی ہوگیا، ہمدردی کے قابل، لیکن ایک عیب بھی ہوگیا کہ جو چیز پسند آجاتی ہے وہ غائب کر دیتے ہیں۔''

عامر ماموں گھبرا کر بولے: ''اچھا، یہ تو بڑا مسئلہ ہے۔''

آمنہ خالہ نے بتایا کہ اس روز ہمارے ہاں سب جمع تھے۔ مامون بھی آگئے۔ بیٹھ گئے۔ سب کی باتیں سنتے رہے، مسکراتے رہے۔ میز پر تازہ رسالہ ''شان'' رکھا تھا۔ وہ اُٹھا کر دیکھنے لگے۔ بعد میں دیکھا تو رسالہ نہیں تھا۔ مامون اُٹھا کر لے گئے تھے۔ چند دن بعد آئے تو میرے میاں نے کہا کہ ارے بھائی وہ شان رسالہ تو دے دو۔ ایک تو ان کو سمجھانا بہت مشکل ہے۔ بہرے تو ہو ہی گئے ہیں، عقل بھی ماری گئی ہے۔ بڑی مشکل سے سمجھایا کہ اس روز جو رسالہ ''شان'' تم دیکھ رہے تھے اور اپنے ساتھ لے گئے تھے، وہ رسالہ چاہیے، ہم نے ابھی پڑھا نہیں ہے۔ مامون صاف مُکر گئے۔ میں نے کہا کہ جھوٹے چوٹے کہیں کے، مگر کیا فائدہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔ وہ سنتے کب ہیں۔

عامر ماموں یہ باتیں سن کر سوچ میں پڑ گئے۔ آخر مامون ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ مامون کو تو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے۔ ان کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ آج آمنہ خالہ کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ان کو یاد آیا کہ ان کے دوست سمیع نے بھی مامون کے سلسلے میں کچھ اسی قسم کا واقعہ سنایا تھا۔ سمیع نے کہا تھا کہ مامون نے ایک بار ان سے سو روپے اُدھار لیے تھے۔ میں نے کئی بار واپس مانگے، مگر واپس نہیں کیے۔

عزیز، سرمد اور ان کی امی کے علاوہ آمنہ خالہ، عامر ماموں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ مامون صاحب گھر میں داخل ہوئے۔ ان کی آمد سے سب یکا یک خاموش ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

مامون صاحب نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے سب کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولے: "میں بہرا ہوں، مگر نہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں چوٹ لگنے کے چند دن بعد ہی اچھا ہو گیا تھا، میری سماعت نارمل ہو گئی تھی، لیکن ذرا لطف لینے کے لیے میں بہرا بنا رہا اور سب کچھ سنتا رہا اور دنیا کو سمجھتا رہا۔ معلوم ہوا دنیا سچے کو جھوٹا کہتی ہے اور جھوٹے کو سچا۔" ☆

سائنس پڑھو - آگے بڑھو

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

موجودہ دور میں انسان ہوا کے دوش پر اُڑنے لگے ہیں۔ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے تو تہلکہ مچا دیا ہے۔ دنیا ایک ''گلوبل ولیج'' بن کر رہ گئی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی سے آج جو کام لیا جا رہا ہے۔ چند سال پہلے اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں کوئی واقعہ رونما ہو، آپ اُسے چند منٹوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ آج ہم ان تکالیف کو بھول گئے ہیں جو ہمارے بزرگوں نے اُٹھائیں۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں علم کی اشاعت کے لیے جو انقلابی کارنامے انجام دیے، ان کارناموں کا اعتراف یورپ کے ماہرین اور سائنس داں آج بھی کرتے ہیں۔ طب، سائنس اور سرجری میں مسلمانوں کے کارناموں کا اعتراف ہر منصف مزاج تاریخ داں نے کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے بزرگوں نے سائنس کو ترقی دی۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، ڈاکٹر عبدالسلام، ڈاکٹر عبدالقدیر، ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ڈاکٹر عطاء الرحمٰن جیسے پاکستان سائنس دانوں کی عظمت کو دنیا آج بھی مانتی ہے۔ یہ افکار قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد کے ہیں۔ وہ قولِ سعید ''سائنس پڑھو- آگے بڑھو'' کے موضوع پر ہمدرد نونہال اسمبلی سے خطاب کر رہی تھیں۔ مہمانِ خصوصی ایڈیشنل سیکریٹری پی اینڈ ڈی اسکولز، ڈائریکٹر سائنس میوزیم، محترم مرزا محمود الحسن تھے۔ ایڈمن آفیسر، بائیولوجسٹ نیشنل میوزیم آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی محترمہ صائمہ ریاض اور گرافک اینڈ اگزیبٹ ڈیزائنر، پبلک ریلیشنز آفیسر نیشنل میوزیم آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی محترمہ فاطمہ منظر نے بھی بطور میزبان و مہمان شرکت فرمائی۔

☆

ہمدرد نونہال اسمبلی
لاہور میں
محترمہ سعدیہ راشد،
محترم مرزا محمود الحسن،
محترمہ فاطمہ منظر
اور نونہال مقررین

نونہال مقررین میں نویرا بابر، میرب خان، نائمہ فیاض، علیجہ احمد، سلمان حمید، جنت فاطمہ اور سید حارث علی شامل تھے۔ محترمہ فاطمہ منظر صاحبہ نے مہمانوں اور نونہالوں کا شکریہ ادا کیا اور محترمہ سعدیہ راشد اور نونہالوں کو سائنس میوزیم کا ایک مطالعاتی دورہ بھی کروایا۔

اسمبلی میں مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے سائنس ماڈلز رکھے اور دعائے سعید بھی پیش کی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ: حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں سینئر وائس پریذیڈنٹ چیئرمین ایجوکیشن کمیٹی انجمن فیض الاسلام، سابق چیئرمین بورڈ آف ایجوکیشن پنجاب محترم پروفیسر ڈاکٹر عزیز احمد ہاشمی مہمانِ خصوصی تھے۔ معروف براڈ کاسٹر، اسکالر اقبالیات اور رکن شوریٰ ہمدرد، محترم نعیم اکرم قریشی نے بھی خصوصی شرکت کی۔ اس بار موضوع یہ قولِ سعید تھا: "سائنس پڑھو۔ آگے بڑھو"

اسپیکر نونہال اسمبلی عامرہ حفیظ تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ حافظ عباد اللہ شاہ نے پیش کیا۔ حمدِ باری تعالیٰ کے بعد ہدیہ نعت نونہال علی رضا نے پیش کی۔

☆

ہمدرد نونہال اسمبلی
راولپنڈی میں
محترم پروفیسر ڈاکٹر عزیر ہاشمی،
محترم نعیم قریشی اور
نونہال مقررین

نونہال مقررین میں نونہال قرۃ العین، نونہال اسماء عروج، نونہال ملک منیب احمد، نونہال بلال گلزار اور نونہال حسان توقیر شامل تھے۔ قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ آج کا دور عالمِ عجائبات ہے۔ اس جادونگری میں روزانہ ایک نئی ایجاد ہماری زبان گنگ اور دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ ذرا سوچیے اور وجوہ پر غور کیجیے کہ کیا ان میں سے ایک ایجاد کا تعلق بھی موجودہ مسلم دنیا سے ہے؟ ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں ظہور پذیر ہونے والے بیشتر سائنسی کارنامے مسلمان اکابر اور اسلاف کے بنیادی تحقیقی کاموں کی جدید شکل ہیں۔ ماضی پر فخر سے قومیں صرف اُسی وقت آگے بڑھتی ہیں جب غور و فکر اور جستجو کا تسلسل برقرار رہے۔ دیگر دینی اور عصری علوم کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت کو سمجھنے میں ہی ہماری بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

اس موقع پر موضوع کی مناسبت سے طالبات نے ایک عمدہ نظم اور نونہالوں نے ایک رنگا رنگ ٹیبلو پیش کیا۔ آخر میں دعاے سعید پیش کی گئی۔ ☆

نونہال مصور
بہادر علی حیدر بلوچ، کنڈ یارو
عروبہ شریف، رامسوامی
عبدالرحمٰن شریف، رامسوامی
حبا عامر، کراچی
فبیہا عامر، کراچی
تحریم خان، نارتھ کراچی
خنسہ امتیاز، راولپنڈی
حفصہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ
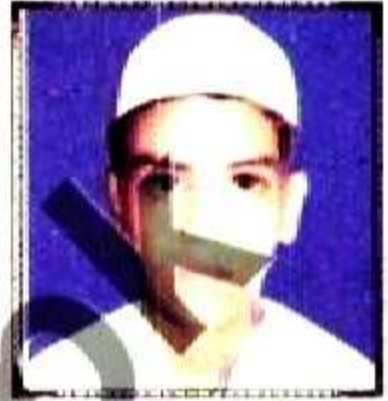
بلاعنوان انعامی کہانی

''سارم! تمھارا چہرہ کیوں اُتر گیا ہے؟ کس کا فون تھا؟'' سارم کی امی شہلا نے سارم کا چہرہ پڑھتے ہوئے کہا۔

''تائی اماں کا۔'' سارم نے منھ بنا کر کہا۔

''بڑی بھابی کا......! کیا کہہ رہی تھیں وہ؟'' شہلا کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

''کہنا کیا تھا، وہ آرہی ہیں یہاں، ہمارے گھر۔'' سارم پریشانی سے بولا۔

''وہ یہاں آرہی ہیں، ہمارے گھر......! یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔'' شہلا کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

''خاک اچھی بات ہے۔'' سارم کو اپنی تائی اماں کی یوں اچانک آمد پر بہت غصہ آرہا تھا۔

''بُری بات بیٹا! ایسا نہیں کہتے، وہ تمھاری تائی ہیں۔ ہم بھی تو ہمیشہ گاؤں میں ان کے گھر جاتے ہیں۔ انھوں نے کبھی بُرا مانا، یا کبھی ناراضگی کا اظہار کیا؟ نہیں نا......! بلکہ انھوں نے تو ہمیشہ کشادہ دلی سے ہمیں خوش آمدید کہا ہے اور بیٹا! وہ تو اتنے برسوں بعد ہمارے گھر آ رہی ہیں۔'' شہلا نے سارم کو سمجھایا۔

''جی۔'' سارم ماں کی بات سمجھ گیا اور شہلا کی بات سے اتفاق کیا۔

''اچھا یہ بتاؤ! کب آ رہی ہیں اور کچھ بتایا انھوں نے؟'' شہلا نے پوچھا۔

''ہفتے کی شام کو وہ لوگ پہنچ جائیں گے۔'' سارم نے بتایا۔

''بھائی! تائی اماں کے ساتھ اور کون کون آ رہا ہے؟'' سارم کے بھائی خضر نے پوچھا۔

''ان کے چاروں بیٹے اور شہزادی۔'' سارم نے کہا۔

''شہزادی......! یہ شہزادی کون ہے؟'' خضر نے سوال کیا۔

''تائی اماں کی بیٹی ہوگی۔'' سارم نے اندازہ لگایا۔

''لیکن ان کی تو کوئی بیٹی ہے ہی نہیں۔'' شہلا نے کہا۔

''امی! ہم کئی برسوں سے گاؤں نہیں گئے۔ ہو سکتا ہے کہ شہزادی واقعی ان کی بیٹی ہو اور انھوں نے ہمیں یہ بات اس لیے نہ بتائی ہو کہ شاید وہ ہمیں اچانک حیران کرنا چاہتی ہوں۔'' سارم نے اپنی ننھی عقل دوڑائی۔

''ہوں...... وہ لوگ آئیں گے تو خود ہی پتا چل جائے گا۔'' شہلا بولی۔

''کتنی پیاری ہوگی نا شہزادی۔ ننھے منے ہاتھ، چھوٹے چھوٹے کان۔ بھائی! سب سے پہلے شہزادی کو میں گود میں اُٹھاؤں گا۔'' خضر کو چھوٹے بچوں سے بہت محبت تھی،

اس لیے شہزادی کا نام سن کر اس کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

''ہاں، ہاں اُٹھا لینا، پہلے تم ہی اُٹھا لینا۔'' سارم نے چڑ کر کہا۔

تائی اماں اور ان کے بچے برسوں بعد شہلا کے گھر آ رہے تھے۔ اس لیے شہلا کی یہی کوشش تھی کہ مہمانوں کی خاطر داری میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہے۔ وہ مہمانوں کے استقبال کی تیاریوں میں لگ گئی۔

آخر تائی اماں کی شہر آمد کا دن بھی آن پہنچا اور کاظم صاحب اور شہلا اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اپنی بڑی بھابی کو لینے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ تائی اماں اور ان کے بچے پہلے ہی اسٹیشن پر موجود تھے۔

''تائی اماں! آپ لوگ اتنی جلدی پہنچ گئے؟'' سارم نے تائی اماں سے کہا۔

''ہاں بیٹا! گاڑی نے جلدی پہنچا دیا۔'' تائی اماں نے جواب دیا۔

''تائی اماں! شہزادی کہاں ہے؟ تائی اماں! شہزادی کو پہلے میں اُٹھاؤں گا۔''

خضر نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھا۔

''تم شہزادی کو گود میں اُٹھاؤ گے!؟'' تائی اماں حیرانی سے خضر کو دیکھنے لگیں۔

''تائی اماں! بتائیں نا..... شہزادی کہاں ہے؟'' خضر نے اصرار کیا۔

''بیٹا! وہ رہی شہزادی، جا کر اسے اُٹھالو۔'' تائی اماں نے مسکرا کر ایک طرف اشارہ کیا۔

خضر نے اس طرف جانے کے لیے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اس کے قدم رک گئے اور اس کے منھ سے بے اختیار نکلا: ''یہ ہے شہزادی؟''

''ہاں بیٹا! یہی تو ہے شہزادی۔'' تائی اماں نے کہا۔

''لیکن یہ تو بکری ہے!'' سارم بھی حیران تھا۔

''ارے! یہی تو ہے میری شہزادی۔'' تائی اماں نے پیار سے کہا۔

''یہ شہزادی.....'' سارم اور خضر کے منھ سے ایک ساتھ نکلا۔

''چلو بیٹا! سامان اُٹھاؤ گھر چلتے ہیں۔'' کاظم صاحب نے اپنے بڑے بھتیجے کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ کاظم صاحب کی بات سن کر تائی اماں نے اپنی شہزادی کی رسی سنبھالی اور ان کے چاروں بیٹوں نے ایک ایک صندوق اپنے سر پر رکھ لیا اور کاظم صاحب کے ساتھ گاڑی کی طرف روانہ ہو گئے۔ کاظم صاحب تائی اماں کا اتنا سارا سامان دیکھ کر کچھ پریشان سے تھے کہ یہ سارا سامان وہ رکھیں گے کہاں؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر اپنی بھابی پر پڑی، جو اپنی شہزادی کو کاظم صاحب کی گاڑی کی پچھلی سیٹ

پڑھو تسنے کی کوشش کر رہی تھیں۔''

''بھابی! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟''

''دیکھ نہیں رہے ہو، میں اپنی شہزادی کو گاڑی میں بٹھا رہی ہوں۔'' تائی اماں نے جواب دیا۔

''یہ تو واقعی شہزادی ہے۔'' سارم زیرِ لب بڑبڑایا۔

''لیکن بھابی یہ جانوروں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اسے ہم گاڑی کی ڈکی میں بٹھائیں گے۔'' کاظم نے کہا۔

''کاظم! تم میری شہزادی کی بے عزتی کر رہے ہو۔ تم نے میری شہزادی کو جانور کہا اور تم میری شہزادی کو ڈکی میں بٹھاؤ گے؟ میری شہزادی ڈکی میں نہیں بیٹھے گی۔ آخر اس کی بھی کوئی عزت ہے۔'' تائی اماں کو غصہ آگیا۔

''لیکن بھابی......!'' کاظم نے کچھ کہنا چاہا لیکن تائی اماں بگڑ گئیں اور ان کی بات کاٹ کر بولیں: ''اگر مجھے پہلے پتا ہوتا کہ میرے سامنے میری شہزادی کی بے عزتی کی جائے گی تو میں اپنی شہزادی کو یہاں کبھی نہ لاتی۔ اچھا ہوا کہ بالا اپنے دلبر کو نہیں لایا، ورنہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا برتاؤ کیا جاتا۔'' تائی اماں سنجیدہ ہو گئیں۔

''تائی اماں! یہ دلبر کون ہے؟ کیا دلبر آپ کے کتے کا نام ہے؟'' خضر نے معصومیت سے پوچھا۔

''نہیں، کتے کا نام تو جانی ہے۔ دلبر تو راجا بھیا کے گدھے کا نام ہے۔'' تائی اماں کے بیٹے ڈھولو نے کہا۔

''گدھا ہوگا تمھارا کتا۔خبردار جو کسی نے میرے دلبر کو گدھا کہہ کر اس کی بے عزتی کی، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔'' تائی اماں کے بڑے بیٹے راجا بھیا بگڑ گئے۔

''چلو بھئی، جلدی کرو ٹیکسی آگئی۔'' کاظم صاحب جب تک ٹیکسی لے کر آئے، تائی اماں اپنی شہزادی کو ان کی گاڑی میں ٹھونس چکی تھیں۔ کاظم نے اپنے بیوی بچوں اور تائی اماں کو ٹیکسی میں بٹھایا۔ ڈھولو ٹیکسی کے اوپر اور راجا کاظم کی گاڑی کے اوپر بیٹھے اور شہزادی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ٹھاٹ سے بیٹھ گئی۔ سامان کے بڑے بڑے صندوق بھی دونوں گاڑیوں کی چھت پر لادے گئے، جب کہ چھوٹا موٹا سامان ڈکی میں رکھا گیا۔ یوں یہ سب لوگ خیریت سے گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر شہلا نے شہزادی کو ایک جگہ باندھنے کی تجویز پیش کی، جس پر تائی اماں یہ کہہ کر بگڑ گئیں کہ میری شہزادی کو ایک جگہ بندھے رہنے کی عادت نہیں ہے۔ گاؤں میں تو یہ اسی طرح آزادی سے گھومتی پھرتی ہے۔

تائی اماں کو آئے چند دن گزر گئے۔ سارم اور خضر اپنی تائی اماں اور ان کے بچوں سے بہت پریشان تھے۔ ایک دن سب لوگ شام کی چائے پی رہے تھے کہ اچانک تائی اماں اُٹھ کر صحن میں گئیں اور شہزادی کو اندر لے آئیں۔ اس کے آتے ہی سارم اور خضر ایک طرف ہو گئے۔ تائی اماں نے کہا: ''شہزادی باہر اکیلی اُداس ہو رہی تھی، میں نے سوچا کہ ذرا دیر لوگوں میں بیٹھے گی تو اس کا دل بہل جائے گا۔''

اگلی صبح جب سارم اور خضر اسکول کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اچانک تائی اماں نے آکر کہا: ''بیٹا! آج میری شہزادی کو بھی اسکول لے جاؤ۔ اسے اسکول جانے کا بہت شوق ہے۔ ہر وقت گاؤں کے اسکول میں گھسی رہتی ہے۔'' تائی اماں نے کہتے کہتے

بے اختیار ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

''لیکن تائی اماں! ہمارے اسکول میں بکریاں ..... میرا مطلب ہے کہ شہزادیاں نہیں پڑھتیں اور پھر وین میں تو ہمارے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی، شہزادی کہاں بیٹھے گی!'' خضر نے کہا۔ اس کی بات سن کر تائی اماں کا چہرہ اُتر گیا۔

ایک رات تائی اماں کو نہ جانے کیا سوجھی کہ وہ شہزادی کو اندر لے آئیں اور آکر بولیں: ''آج بہت تیز ہوا چل رہی ہے۔ میری شہزادی بہت نازک مزاج ہے۔ اسے فوراً سردی لگ جاتی ہے اور نزلہ زکام شروع ہو جاتا ہے، اس لیے آج شہزادی، سارم اور خضر کے کمرے میں رہے گی۔'' تائی اماں نے فیصلہ سنا دیا۔

دونوں بھائی ان حالات سے بہت پریشان تھے، لیکن جب بھی وہ اپنے امی ابو سے اس کا ذکر کرتے تو وہ یہی کہہ کر بات ٹال دیتے کہ وہ مہمان ہیں، چند روز میں واپس چلے جائیں گے۔

''بھابی! کل میری اور بچوں کی چھٹی ہے، اس لیے ہم کہیں گھومنے چلیں گے۔'' کاظم نے اپنی بھابی سے کہا۔

کاظم کی بات سن کر تائی اماں اور ان کے بچے خوش ہو گئے۔ اگلے دن سب لوگ تیاریوں میں لگ گئے۔

''ارے آپ لوگ جا کر کپڑے تو پہن لیں۔ آپ یہ دھوتی پہن کر گھومنے جائیں گے؟'' سارم نے تائی اماں کے چاروں بیٹوں سے کہا، جو قمیص اور دھوتیاں پہنے ہوئے تھے۔

''نئی دھوتی ہے، لیکن پھر بھی ہم بدل کر آتے ہیں۔'' تائی اماں کے منجھلے بیٹے بالا

نے کہا اور چاروں بھائی کمرے سے چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو انھوں نے اب بھی دھوتیاں پہن رکھی تھیں۔ خضر نے پوچھا: ''بھائی! آپ لوگوں نے اب تک کپڑے کیوں نہیں بدلے؟''

''ہم کپڑے بدل کر ہی تو آئے ہیں۔'' راجا بھیا نے کہا۔

''لیکن آپ نے تو پہلے بھی دھوتی ہی پہنی ہوئی تھی؟'' سارم نے اوپر سے نیچے تک راجا کو دیکھا۔

''وہ دوسری تھی، یہ دوسری ہے۔ ہمارے پاس بہت ساری دھوتیاں ہیں، الگ الگ رنگ کی اور ساری دھوتیاں نئی بنوائی ہیں، خاص طور پر یہاں آنے کے لیے۔'' ڈھولو نے بھی اپنے بھائی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''چھوڑیں بھائی! ان سے کچھ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ لوگ دھوتی بدل کر بھی دھوتی ہی پہنیں گے۔'' خضر نے منھ بناتے ہوئے سارم سے کہا۔

سب لوگ گھومنے کے لیے نکلے تو تائی اماں یہ کہہ کر اپنی شہزادی کو ساتھ لے جانے کی ضد کرنے لگیں کہ یہ گھر میں اکیلی رہ کر کیا کرے گی، اسے بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔ محلے کے سب لوگ انھیں عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ سارم اور خضر کو بہت بُرا لگ رہا تھا۔ ان کے حلیوں پر بھی اور اس بات پر بھی کہ شہزادی کیسے ٹھاٹ باٹھ سے ان کی گاڑی میں گھوم رہی تھی۔

سیر سے واپس آ کر شہلا نے سارم سے کہا: ''بیٹا! اپنے اسکول کا کام ختم کرنے کے بعد اپنے تایا زاد بھائیوں کو اپنے دوستوں سے ملوانے لے جانا۔''

سارم اور خضر اپنا کام ختم کرنے کے بعد شہزادی کو گھر میں چھوڑ کر تایا زاد بھائیوں کو لے کر باہر چلے گئے اور اپنے دوستوں سے ملوایا۔

''تائی اماں! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' واپس آ کر سارم نے تائی اماں سے پوچھا، جو اپنی شہزادی کو لیے ان کے کمرے میں موجود تھیں۔

''میں اپنی شہزادی کا منھ صاف کر رہی ہوں۔ اس نے بسکٹ کھائے تھے نا اس لیے۔'' تائی اماں نے کہا۔

''بسکٹ..... اس کے پاس بسکٹ کہاں سے آئے؟'' سارم نے حیرانی سے پوچھا۔

''اس الماری سے نکالے تھے، لیکن بیٹا! بسکٹ بہت کم تھے، میری شہزادی کا پیٹ پوری طرح نہیں بھرا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ بسکٹ تھے بہت اچھے..... میری شہزادی کو بہت پسند آئے۔'' تائی اماں نے کہا۔

''بھائی! وہ بسکٹ تو ہمارے اسکول لے جانے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔'' خضر نے آہستگی سے کہا۔

''اور یہ کاغذ..... یہ کاغذ کہاں سے آیا آپ کے پاس؟'' سارم نے کاغذ کی طرف اشارہ کیا، جس سے تائی اماں شہزادی صاحبہ کا منھ صاف کر رہی تھیں۔

''یہ تو میں نے اس میں سے پھاڑا ہے۔'' تائی اماں نے میز پر رکھی کاپی کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا..... اس میں سے؟ تائی اماں! یہ کیا کیا آپ نے؟ کہیں آپ نے میرے کام کا کاغذ تو نہیں پھاڑ ڈالا؟'' سارم فوراً اپنی کاپی کی طرف لپکا اور کھول کر دیکھنے لگا کہ

آخر تائی اماں نے کون سے صفحے پھاڑے ہیں۔

''نہیں بیٹا! اتنا تو مجھے بھی پتا ہے کہ کون سا کاغذ کام کا ہے اور کون سا کام کا نہیں ہے۔ میں نے دیکھ بھال کر صرف لکھا ہوا کاغذ ہی پھاڑا ہے۔ ٹھیک سے دیکھ لو بیٹا! میں نے کوئی خالی کاغذ نہیں پھاڑا۔ جتنے بھی پھاڑے ہیں، سارے لکھے ہوئے ہی تھے۔'' تائی اماں نے اپنی صفائی پیش کی۔

سارم کی ساری محنت تائی اماں نے اپنی شہزادی صاحبہ کا منھ صاف کر کے ضائع کر دی۔ سارم کو تائی اماں کے اس کارنامے پر بہت غصہ آیا اور وہ روتا پیٹتا اور چیختا چلاتا اپنے امی ابو کے پاس پہنچا۔ تائی اماں بھی اس کو منانے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے آ کر دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

''امی! آخر تائی اماں کب اپنے گھر واپس جائیں گی؟ میں بہت تنگ آ گیا ہوں ان کے کاموں سے۔ بس اب بہت ہو گیا، اب جلدی سے ان کو ان کے گھر بھیجنے کا بندوبست کریں، ورنہ یہ شہزادی ہمیں پاگل کر کے چھوڑے گی۔'' سارم نے غصے میں کہا۔

''سارم! آہستہ بولو بیٹا! تمھاری تائی اماں سن لیں گی تو کیا سوچیں گی ہمارے بارے میں۔'' شہلا نے اسے سمجھایا۔

''سنتی ہیں تو بے شک سن لیں، مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔'' سارم نے کہا۔

''سارم بیٹے! تو فکر نہ کر، ہم جلدی اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔ یہاں آنے سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ ہم تمھارے گھر آ رہے ہیں تو کم از کم تین مہینے تو گزار کر ہی جائیں گے، لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ میری معصوم شہزادی کی وجہ سے تم لوگوں کو

اتنی پریشانی ہو گی، اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم فوراً اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔'' تائی اماں کو سارم کی بات سے دکھ پہنچا تھا۔

''بھابی! سارم تو بچہ ہے۔ آپ اس کی بات کا بُرا نہ منائیں۔ آپ کا جب تک جی چاہے، آپ یہاں رہ سکتی ہیں اور اپنی شہزادی کے ساتھ رہیں۔ یہ آپ ہی کا تو گھر ہے۔'' شہلا نے تائی اماں کو منانے کی کوشش کی۔

''نہیں، بس بہت رہ لیے ہم یہاں۔'' تائی اماں نے شہلا سے کہا، پھر کاظم سے کہا: ''بھائی کاظم! کل دفتر سے لوٹتے وقت ہماری ٹکٹ لیتے آنا۔ میں اب پورے تین مہینے تک یہاں نہیں رُک سکتی۔ ایک مہینا یہاں رہ کر دیکھ لیا۔ اب آپ لوگوں پر زیادہ بوجھ نہیں بنیں گے۔'' تائی اماں اپنا فیصلہ سنا کر کمرے سے باہر نکل گئیں اور سارم اور خضر نے سکون کا سانس لیا۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- جولائی ۲۰۱۴ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔ نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

پیاری سی پہاڑی لڑکی

مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

ہیدی ایک یتیم، بھولی بھالی اور معصوم چھوٹی لڑکی، پہاڑوں میں رہنے والی، باہمت، نرم مزاج اور ارادے کی پکی۔ دادا بد مزاج، تنہائی پسند، اپنے بنائے ہوئے اصولوں میں پکا۔

دونوں کا ساتھ کیسے ہوا؟ ایک ساتھ زندگی کیسے گزری؟ کس نے کس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا؟

ان سوالوں کے جواب اس کہانی کے واقعات سے مل جاتے ہیں۔ ممتاز اور مقبول ادیب مسعود احمد برکاتی نے اس انگریزی کہانی کو اردو زبان میں ڈھالا، آسان محاوروں سے سجایا اور دل کش رواں زبان میں مزید پُر تاثیر بنا دیا ہے۔

نونہالوں کے بے حد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کی گئی ہے۔

رنگین خوب صورت ٹائٹل قیمت : پینسٹھ (۶۵) روپے

میرزا ادیب کی نہایت دل چسپ کہانیوں کا انتخاب

ایک طوفانی رات

میرزا ادیب کے نام سے سب بچے اور بڑے خوب واقف ہیں، خاص طور پر ہمدرد نونہال پڑھنے والے نونہالوں نے تو ان کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھی ہیں، نونہالوں کے شوق اور تقاضوں کے پیش نظر میرزا ادیب کی کہانیوں میں سے ۱۴ بہت دل چسپ کہانیاں **ایک طوفانی رات** میں جمع کر دی گئی ہیں۔

☆ لومڑی نے گھڑی سے کیا فائدہ اٹھایا ☆ وہ کون سا پھول ہے جو کبھی نہیں کمھلاتا۔

☆ طوفانی رات میں کیا ہوا ☆ ہم سفر کون تھا ☆ دادا جان کے ہیرے اور جواہر کہاں تھے

یہ اور اس طرح کی دل چسپ ۱۴ باتصویر کہانیاں

خوب صورت رنگین ٹائٹل صفحات : ۱۱۹ قیمت : ۱۲۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

عباسی حکمراں

مرتبہ : سعید عبدالخالق بھٹہ

۱۔ خاندان بنو عباس کے تمام خلفا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھے، جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔

۲۔ خلافت بنو عباس ۱۳۲ ہجری میں قائم ہوئی تھی۔

۳۔ خلافت بنو عباس کا دورِ حکومت ۱۳۲ ہجری سے ۶۵۶ ہجری (مطابق ۷۵۰ عیسوی سے ۱۲۵۸ عیسوی) ہے۔

۴۔ خلافت بنو عباس کا دورِ حکومت ۵۲۴ برس پر محیط ہے۔

۵۔ بنو عباس خاندان کے خلفا کی کل تعداد سینتیس (۳۷) ہے۔

۶۔ خلافت بنو عباس کے پہلے حکمران ابو العباس عبداللہ السفاح تھے۔

۷۔ ابو العباس عبداللہ السفاح ۷۵۰ عیسوی سے ۷۵۴ عیسوی تک خلیفہ رہے۔

۸۔ پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس عبداللہ السفاح کا انتقال چیچک کے مرض میں ہوا۔

۹۔ خلافت بنو عباس کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور تھے، جو خلیفہ ابو العباس عبداللہ السفاح کے بھائی تھے۔

۱۰۔ ۷۵۴ سے ۷۷۵ عیسوی تک کا دور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی حکمرانی کا ہے۔

۱۱۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں بغداد کو ''عروس البلاد'' (شہروں کی دلھن) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

۱۲۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے ۲۳ سال حکومت کی۔

۱۳۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے اتالیق (ٹیوٹر) یحییٰ برمکی تھے۔

۱۴۔ مشہور علمی ادارہ "بیت الحکمت" خلیفہ مامون الرشید نے قائم کیا تھا۔

۱۵۔ یحییٰ برمکی جو اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت مشہور تھے، خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر تھے۔

۱۶۔ خلیفہ امین الرشید کی والدہ محترمہ کا نام ملکہ زبیدہ تھا۔

۱۷۔ خلیفہ ہارون الرشید کے مشہور وزیروں یحییٰ، فضل اور جعفر کا تعلق ایران سے تھا۔

۱۸۔ ہارون الرشید کے دورِ خلافت کو خلافت بنو عباس کا سنہرا دور کہا جاتا ہے۔

۱۹۔ خلیفہ مامون الرشید کی تربیت جعفر بن یحییٰ برمکی کی زیرِ نگرانی ہوئی۔

۲۰۔ خلیفہ ہارون الرشید اور ہادی کے والد کا نام خلیفہ المہدی تھا۔

۲۱۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی ملکہ زبیدہ نے نہر زبیدہ بنوائی تھی۔

۲۲۔ امام احمد بن حنبلؒ مامون الرشید کے عہد میں گرفتار کیے گئے۔

۲۳۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے بعد خلیفہ امین الرشید تخت نشین ہوئے۔

۲۴۔ عباسی خاندان کے ساتویں خلیفہ مامون الرشید تھے۔

۲۵۔ عباسی خلیفہ ابو جعفر ہارون الواثق باللہ علم و ادب کے بہت شائق تھے اور انھیں "مامون ثانی" بھی کہا جاتا تھا۔

۲۶۔ خلیفہ ابو الفضل متوکل علی اللہ کو اس کے بیٹے نے قتل کروا دیا تھا۔

۲۷۔ خلافت بنو عباس کے آخری خلیفہ کا نام ابو احمد عبداللہ مستعصم باللہ تھا۔

☆☆☆

نونہالوں کے لیے دلچسپ اور مفید کتابیں

عربی زبان کے دس سبق

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی کا صرف دس اسباق میں عربی زبان سکھانے کا نہایت آسان طریقہ۔ اس کے علاوہ رسالہ ہمدرد نونہال میں شائع کردہ عربی زبان سکھانے کا سلسلہ **''عربی زبان سیکھو''** بھی اس کتاب میں شامل ہے۔

صفحات : ۹۶ —— قیمت : ۷۵ رُپے

جوہر قابل

مولانا محمد علی جوہر کی زندگی کے ولولہ انگیز حالات و واقعات جنھیں مسعود احمد برکاتی نے سہل، سلیس اور دل نشین انداز میں لکھا ہے۔ تیسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ سرورق پُرکشش۔

صفحات : ۶۴ —— قیمت : ۴۵ رُپے

ایڈیسن کا بچپن

بجلی کا بلب ایجاد کر کے پوری دنیا کو روشن کرنے والے سائنس داں کے بچپن کی کہانی، جس نے اور بھی سیکڑوں ایجادیں کیں۔ اس کتاب کی مؤلفہ گوہر تاج نے ایڈیسن کی جدوجہد اور جستجو کے سبق آموز اور حوصلہ پیدا کرنے والے سچے واقعات بیان کیے ہیں۔

صفحات : ۲۴ —— قیمت : ۲۵ رُپے

ننھا سراغ رساں

ننھے سراغ رساں کی عقل مندی، جنگی قیدیوں کا سرنگ بنا کر فرار، شیر کے پیٹ میں چھپے جواہر کا کھوج، ڈاکا ڈالنے کے لیے ہوائی جہاز کا اغوا اور دوسرے سنسنی خیز واقعات۔

بچے مشہور ادیبوں کی دل چسپ اور حیرت انگیز کہانیاں اس کتاب میں پڑھیے۔

صفحات : ۸۰ —— قیمت : ۸۰ رُپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ مئی ۲۰۱۴ء کے بارے میں ہیں

بڑوں کی رائے

بچوں کے لیے ادب تخلیق کرنے یا لکھنے کے عمل کو ہمارے ہاں عمومی طور پر وقت کا زیاں سمجھا جاتا ہے، لیکن کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جنھوں نے ننھے منے ذہنوں کو علم و آگہی کے چراغوں سے منور کرنے کے لیے پوری توانائیاں صرف کر دی ہیں۔ ایسی ہی شخصیات میں جناب شہید حکیم محمد سعید اور ان کے دیرینہ ساتھی مسعود احمد برکاتی کا نام نمایاں ترین نظر آتا ہے۔ انھوں نے قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لیے "ہمدرد نونہال" کے نام سے رسالے کا اجرا کیا تھا جو آج بھی قوم کے نونہالوں کی تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ پاکستان میں ہمدرد نونہال بچوں کے ادب میں ایک روایت کی حیثیت رکھتا ہے جو ۶۲ برسوں سے مسلسل رواں دواں ہے۔ ہمدرد نونہال کے خاص نمبر وقتاً فوقتاً اس روایت کو جلا بخشتے رہتے ہیں۔ ہمدرد نونہال کا حالیہ خاص نمبر اس وقیع علمی ذخیرے میں گراں قدر اضافہ ہے۔ بچوں کی تربیت کے حوالے سے ہمدرد نونہال کی خدمات ہماری تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جانی چاہییں۔ ہمدرد نونہال کا تذکرہ اس کے مدیر مسعود احمد برکاتی صاحب کے تذکرے کے بغیر ادھورا ہی سمجھا جاتا ہے، وہ گزشتہ چھے دہائیوں سے کئی نسلوں کی آبیاری کا ذمہ اپنے کاندھوں پر لیے نوکِ قلم سے علمی جہاد میں مصروف ہیں۔ اس موقع پر میں سعدیہ راشد صاحبہ کا تذکرہ بطورِ خاص کرنا چاہوں گا جن کی سرپرستی میں ادارہ ہمدرد اسی طرح فعال ہے جیسا کہ شہید حکیم محمد سعید کے زمانے میں تھا۔ موجودہ زمانے کی ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے ہمدرد نونہال کے تمام شماروں اور اس ادارے کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کو ویب پر شائع کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ بھی کر دیا جائے تو یہ یقیناً بچوں کے ادب کے فروغ کے لیے اہم قدم ہوگا۔ اس طرح دنیا کے کسی بھی حصے میں بچوں کے ادب کے اس خزانے تک بچوں کی رسائی آسان بنائی جاسکتی ہے۔

پروفیسر انوار احمد زئی (چیئرمین، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن، کراچی)

پروفیسر صاحب! بہت شکریہ۔ آپ کی تجویز بہت مناسب اور ہمارے زیرِ کار ہے۔

● مئی کے شمارے کا سرورق کچھ خاص نہیں تھا، البتہ کہانیوں میں احمقوں کی ہوشیاری کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ میں ہمدرد نونہال پڑھ کر ہمیشہ دوسرے بچوں کو دے دیتی ہوں اور دوسرے بچے پڑھ کر تیسرے کو دیتے ہیں، تاکہ علم کا خزانہ گھر گھر پہنچے۔ ہم تمام نونہالوں کی دعا ہے کہ ہمارا ہمدرد نونہال دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ کرن فدا حسین، مچھر کالونی۔

واہ واہ، آپ اچھا کام کر رہی ہیں۔

● مئی کا چمکتا، دل کو باغ باغ کرتا ہمدرد نونہال ملا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت (وقار محسن)، بے بات (مسعود احمد برکاتی)، صندوق کے اندر (خلیل جبار)، ملازم بچے (نسرین شاہین)، احمقوں کی ہوشیاری (سعدیہ غفار میمن)، بلاعنوان کہانی (شمیم نوید) اچھی کہانیاں تھیں۔ ابن اسراق کی کہانی "شیر کا احسان" نقل شدہ تھی۔ جب کہ نونہال ادیب میں سیدہ حسین فاطمہ عابدی کا مضمون "محنت میں عظمت" سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی چھٹی کلاس کی اردو کی کتاب سے نقل کیا گیا۔ اسد محمد مشتاق، کراچی۔

● ہر شمارہ سابقہ شمارے سے بڑھ کر ہوتا ہے اور اس بار بھی کہانیاں بہت دل چسپ تھیں۔ جو کہانیاں مجھے پسند آئی ہیں ان میں ماموں کا بھوت، شیر کا احسان بہت دل چسپ ہیں اور نظمیں بھی بہت اچھی ہیں۔ ان میں پاکستان کا پرچم، شکر خدا کا کرتے رہیں، شامل ہیں۔ نہال صفوان، کراچی۔

● مئی کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت زبردست تھا۔ اس میں تمام کہانیاں اور مستقل سلسلے بہت اچھے تھے، خاص طور پر صندوق کے اندر (خلیل جبار)، جیت یا ہار (نورین سلیم)، سوتیلی ماں (زرین حنا)، بلاعنوان کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ہنسی گھر پڑھ کر تو بہت ہنسی آئی۔ ماہم احمد، کراچی۔

● مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ بلاعنوان کہانی بہت پسند آئی۔ مجھے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق ہے۔ میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ محمد حسان رضا خان، واہ کینٹ۔

● سب تحریریں اچھی تھیں۔ جیت یا ہار، بلاعنوان کہانی، شیر کا احسان اور احمقوں کی ہوشیاری مزے دار تھیں۔ اریبہ معراج، کراچی۔

● مئی کا شمارہ ہر بار کی طرح بہت ہی اچھا تھا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت، احمقوں کی ہوشیاری، شیر کا احسان تو نمبر لے گئی۔ نظموں میں پاکستان کا پرچم، شکر خدا کا کرتے رہیں، بہت اچھی تھی۔ حفصہ نادر خان، میرپور خاص۔

● مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت (وقار محسن)، شیر کا احسان (ابن سراج)، احمقوں کی ہوشیاری (سعدیہ غفار میمن)، سوتیلی ماں (زرین حنا) اور دولت یا زندگی (عائشہ کلثوم) بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ مہک اکرم، لیاقت آباد۔

● مئی کا شمارہ دل چسپ تھا۔ ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، سوتیلی ماں، احمقوں کی ہوشیاری، بلاعنوان کہانی لاجواب تحریریں تھیں۔ ابوذر، بہادر آباد۔

● مئی کا کھلکھلاتا ہوا ہمدرد نونہال ملا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت (وقار محسن)، بے بات کی بات (مسعود احمد برکاتی)، صندوق کے اندر (خلیل جبار)، ملازم بچے (نسرین شاہین)، احمقوں کی ہوشیاری (سعدیہ غفار میمن)، بلاعنوان کہانی (شمیم نوید) اچھی کہانیاں تھیں۔ کرن نصیر احمد، کراچی۔

● میں دوسری کلاس میں پڑھتی ہوں۔ مئی کے شمارے میں جو کہانیاں پسند آئیں ان میں ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، بے بات کی بات، بلاعنوان کہانی اور جادو کا توڑ شامل ہیں۔ شیزہ صفوان، کراچی۔

● ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے اس میں روشن خیالات اور بیت بازی جیسے شان دار سلسلے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ جس کے لیے میں نے کچھ مختصر تحریریں ارسال کی ہیں۔ امید ہے آپ اسے شائع کریں گے۔ الطاف حسین، چارسدہ۔

تحریریں معیاری ہیں تو نمبر آنے پر ضرور شامل ہوں گی۔

● مئی کا تمام رسالہ مجموعی طور پر بہت اچھا لگا۔ اس میں سوتیلی ماں، احمقوں کی ہوشیاری، ماموں کا بھوت اور شیر کا احسان بہت اچھی لگیں۔ نظم شکر خدا کا کرتے رہیں مجھے بہت اچھی لگی۔ تحریم اللہ رکھا، کھالیہ۔

● ہمدرد نونہال اس بار بہت مزے دار تھا۔ مجھے مئی کے نونہال میں جو کہانیاں پسند آئیں، ان میں ماموں کا بھوت، احمقوں کی ہوشیاری اور ملازم بچے پسند آئیں۔ دانیہ فرید، کراچی۔

● مئی کا شمارہ دل چسپ تھا۔ ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، احمقوں کی ہوشیاری، سوتیلی ماں اور بلاعنوان کہانی سمیت ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اس بار روشن خیالات بہت اچھے تھے۔ جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی باتیں یاد رکھنے والی ہوتی ہیں۔ اس

باری مسکراتی لکیریں بہت مزے دار تھی۔ **عبدالاحد صوان، بہادر آباد۔**

● مئی کا ہمدرد نونہال ہمیشہ کی طرح دل چسپ اور مزے دار تھا۔ تمام کہانیاں دل چسپ تھیں۔ ماموں کا بھوت (وقار محسن) نے نونہال کو چار چاند لگا دیے۔ میری دعا ہے کہ نونہال اسی طرح دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ **محمد اذعان خان، کراچی۔**

● ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے، لیکن جس طرح چاند میں داغ ہے اسی طرح لکھنے والے نونہال میں نقل شدہ کہانیاں بھیج کر داغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس بار بھی شیر کا احسان (ابن سراج) نقل شدہ کہانی ہے۔ بلاعنوان کہانی (شمیم نوید)، صندوق کے اندر (خلیل جبار) بہت ہی شان دار کہانیاں تھیں۔ **بسمہ تاز صدیقی، عثمان آباد۔**

● مئی کا شمارہ بہت زبردست ہے۔ ماموں کا بھوت، احمقوں کی ہوشیاری اور بے بات کی بات اچھی لگیں۔ **عائشہ امتیاز، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ شان دار تھا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت، بے بات کی بات، شیر کا احسان، صندوق کے اندر اور بلاعنوان کہانی زبردست تھی، لیکن شہید حکیم محمد سعید کی تحریر کی محسوس ہوئی۔ باقی شمارہ آپ کی محنت اور لگن کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ کیا ہم ابن انشاء کی نامنظور کردہ کتاب سے کہانی بھیج سکتے ہیں؟ **محمد حبیب الرحمٰن، آمنہ بی بی، کراچی۔**

ہاں، کوئی اچھا سا اقتباس لے سکتے ہیں، لیکن اس میں بڑا پن نہ ہو۔ آپ کو بک کلب کا خط الگ ملے گا۔

● میں کافی عرصے سے نونہال رسالہ شوق سے پڑھتی ہوں اور جنوری ۲۰۱۴ء سے میں نے اس کے مختلف سلسلے میں حصہ لینا بھی شروع کیا ہے اور پہلی بار میں ہی میرا نام بھی آیا ہے۔ میں اس کے لیے آپ کی اور ادارے کی بہت مشکور ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ **ماہم خان، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ ہر لحاظ سے بہت اچھا اور قابل تعریف تھا۔ کہانیاں اور لطیفے بھی مزے دار تھے۔ نظمیں بھی بہت دل چسپ تھیں۔ **ملیحہ عدنان، زینب عدنان، کلثوم عدنان، کراچی۔**

● اس ماہ کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ سبھی کہانیاں دل چسپ اور سبق آموز تھیں۔ پڑھ کر مزہ آ گیا۔ جاگو جگاؤ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر جو انسانی حقوق کے متعلق تھی بہت اچھی لگی۔ **سائرہ نازش خان، سانگھڑ۔**

● کہانیوں میں ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، احمقوں کی ہوشیاری اور بلاعنوان کہانی کا تو جواب ہی نہیں، پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ **یسریٰ کشف خان، سانگھڑ۔**

● اس ماہ کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، جیت یا ہار، سوتیلی ماں اور احمقوں کی ہوشیاری بہت اچھی لگیں۔ اس کے علاوہ بلاعنوان کہانی کا تو جواب ہی نہیں۔ **محمد عبدالرؤف عرف اظفر، سانگھڑ۔**

● مئی کا شمارہ بہت پسند آیا جاگو جگاؤ، پہلی بات، اس مہینے کا خیال اور روشن خیالات ہمیشہ کی طرح بہترین رہے۔ قیصر حسنین کی نعت پاک بہت پسند آئی۔ علم دریچے اور نونہال ادیب بہترین سلسلے ہیں۔ کہانیوں میں سب کہانیاں اچھی لگیں۔ شیخ عبدالحمید عابد کی معلوماتی تحریر ''اکاؤ تنگ تحریک'' بہت ہی پسند آئی۔ نسرین شاہین کی ''ملازم بچے'' ایک اچھی تحریر تھی۔ **بہادر علی حیدر بلوچ، نوشہرو فیروز۔**

● ہمدرد نونہال ہمارے لیے ایک انمول خزانہ ہے۔ سرورق بہت ہی جاذب نظر تھا۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال اثر انگیز تھا۔ کہانیوں میں احمقوں کی ہوشیاری (سمعیہ غفار میمن)، شیر کا احسان (ابن سراج) اور ماموں کا بھوت (وقار محسن) بہت ہی شان دار کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی نے تو بس دل جیت لیا۔ **فہد، اسد، کنول، پارس، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھ کر ہمیشہ کی طرح بہت مزہ آیا۔ ویسے تو ساری کہانیاں ہی اچھی لگیں، مگر احمقوں کی ہوشیاری اور ماموں کا بھوت ہر لحاظ سے اے ون تھیں۔ جیت یا ہار پڑھ کر تو رونگٹے ہی کھڑے ہو گئے۔ **ایمن رضوان، کراچی۔**

● مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ سب کہانیاں پسند آئیں۔ سرورق بھی بہت اچھا لگا۔ **نوید احمد فرید، کراچی۔**

● میرا نام عبدالرحمٰن قیصر ہے اور مئی ۲۰۱۴ء کے شمارے میں معلومات افزا کی قرعہ اندازی میں کتاب کا انعام پانے والوں میں شامل ہوں، مگر اب تک انعامی کتاب مجھے نہیں ملی۔ **عبدالرحمٰن قیصر، شو مارکیٹ۔**

آپ کو کتاب روانہ کی گئی تھی، لیکن آپ نے کوپن پر مکمل پتا نہیں لکھا تھا، اس لیے کتاب ہمارے پاس واپس آ گئی۔ پتا ہمیشہ مکمل اور صاف صاف لکھیے اس کی بہت اہمیت ہے۔

● اس ماہ کا شمارہ حسب معمول شان دار رہا۔ میں اور میری سہیلیاں اس رسالے کے بہت شیدائی ہیں۔ ہم تو ایک دوسرے سے مقابلہ بھی کرتے ہیں کہ پہلے جوابات کون ڈھونڈے گا اور پھر پورا رسالہ پڑھنے کے بعد نونہال کے حوالے سے ایک دوسرے

سے سوالات بھی پوچھتے ہیں۔ صدف احمد، کراچی۔

● مئی کا شمارہ ہمیشہ کی طرح معلوماتی اور خوب صورت تھا۔ کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ عبدالسبحان، کراچی۔

● مکمل شمارہ پڑھنے سے پہلے خط لکھ رہا ہوں مجھے پتا ہے کہ مئی کے شمارے کی ساری تحریریں اچھی ہوں گی، کیوں کہ نونہال کی تحریریں کبھی فضول ہو ہی نہیں سکتیں۔ طارق محمود کھوسو، کشمور۔

● مئی کے شمارے کی کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ پڑھ کر مزہ آیا۔ احمقوں کی ہوشیاری، جادو کا توڑ، سوتیلی ماں، ماموں کا بھوت، صندوق کے اندر، شیر کا احسان کے ساتھ ساتھ ہنسی گھر بہت لاجواب تھا۔ انکل! میں ایک کہانی اور لطیفے بھیجنا چاہتی ہوں، لیکن مجھے طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ انوشہ بانو سلیم الدین، حیدرآباد۔

جس طرح آپ نے یہ خط لکھا ہے، اسی طرح کہانی بھی لکھ بھیجیں، ایک کلپ کا خط آپ کو پہنچ جائے گا۔

● مئی کا شمارہ بہترین تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ پہلی بات بہت متاثر کن تھی۔ اس کے علاوہ روشن خیالات بھی اچھے تھے۔ علم دریچے ایک اچھا سلسلہ ہے، اسے جاری رکھیے گا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں، مگر احمقوں کی ہوشیاری سب سے بہترین تھی۔ سعد سہیل، فہد سہیل، احد سہیل، نورالعین، حسنین علی، ایان علی، جہلم۔

● مئی کے شمارے میں سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ نونہال واحد رسالہ ہے جو نہ صرف بچوں میں، بلکہ بڑوں میں بھی مقبول ہے۔ ملازم بچے، احمقوں کی ہوشیاری، ماموں کا بھوت کہانیاں پسند آئیں۔ عام طور پر آم ہر کسی کو پسند ہوتا ہے، تو یہی تحفہ ہے نونہال کی مٹھاس کے لیے۔ بیت بازی کا حصہ بہت اچھا ہے۔ جاوید اقبال، راجا طارق محمود، راجا خالد محمود، چکوال۔

● سرورق سے لے کر نونہال لغت تک بہت ہی اچھا تھا۔ کہانیوں میں ماموں کا بھوت، صندوق کے اندر اور سوتیلی ماں اتنے مزے کی تھیں کہ کہیں سے تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملے۔ رانا بلال احمد، بھکر۔

● اس مہینے کا شمارہ زبردست تھا۔ سب سے زیادہ بلا عنوان کہانی پسند آئی۔ عذرہ سعید، چکی شیخ جی۔

● مئی کے ہمدرد نونہال کا سرورق دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ جاگو جگاؤ میں اپنے فرائض صحیح ادا کرنے کی تلقین کی گئی۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال دل کو چھو لینے والے تھے۔ کہانیوں میں، ماموں کا بھوت، بے بات کی بات اور احمقوں کی ہوشیاری بہت ہی دل چسپ اور تجسس سے بھرپور تھیں۔ بلا عنوان کہانی بہت ہی مزے دار تھی۔ شیخ عبدالحمید عابد کی کاوش اسکاؤٹنگ تحریک معلومات کا خزانہ تھی۔ نظموں میں "گرمی" اور "پاکستان کا پرچم" دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں۔ نونہال ادیب میں سیدہ تہمین فاطمہ عابدی کی "محنت میں عظمت" اور عبدالاحد کی "چچا بھلکڑ" دل کو بہت بھائیں۔ پرنس راجا ثاقب محمود جنجوعہ، عائشہ ثاقب، نجبہ ثاقب، پنڈ دادن خان۔

● مئی کا شمارہ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ ہمدرد نونہال بچوں کے لیے ایک معیاری رسالہ ہے۔ مئی کے شمارے میں جو جو کہانیاں پسند آئیں ان میں ماموں کا بھوت، احمقوں کی ہوشیاری، پہلی بات اور جاگو جگاؤ ہیں۔ انکل! "مسکراتی لکیریں" بالکل اچھی نہیں تھی۔ انکل! ہم کسی بھی رسالے کی کوئی سی بھی کہانی نقل کر کے ہمدرد نونہال میں بھیج سکتے ہیں؟ امیرہ صابر، کراچی۔

کوشش کر کے اپنے ذہن سے نئی کہانیاں لکھیے، تاکہ آپ کو بھی خوشی حاصل ہو۔

● مئی کا شمارہ بہت اچھا ہے خاص طور پر لطیفے اچھے تھے۔ مسکان محمد حسین، شہداد پور۔

● مئی کے شمارے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ تمام کاوشیں معیار کی اعلا بلندیوں پر فائز تھیں۔ کہانیوں میں صندوق کے اندر، دولت یا زندگی اور جیت یا ہار انتہائی دل چسپ اور سبق آموز تھیں۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، راجا عزت حیات، پنڈ دادن خان۔

● مئی کا شمارہ بہت لاجواب تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ بلا عنوان کہانی بہت ہی زبردست تھی۔ علم دریچے، نونہال ادیب، بیت بازی اور تمام معلوماتی سلسلے بھی بہت زبردست تھے۔ سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن، کراچی۔

● پہلی بات، جاگو جگاؤ اور روشن خیالات ہمیشہ کی طرح بہت اچھے تھے۔ سارے مستقل سلسلے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ کہانیاں کچھ خاص نہیں تھیں۔ دولت یا زندگی اور ملازم بچے تحریریں بہت زبردست تھیں۔ مریم لاثانی، گوجر خان۔

● مئی کا شمارہ لاجواب تھا۔ سب ہی کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص کر ماموں کا بھوت (وقار محسن)، احمقوں کی ہوشیاری (سمعیہ غفار میمن)،

صندوق کے اندر (خلیل جبار)، بلاعنوان کہانی (شمیم نوید) لاجواب تھیں۔ اس بار ابن سراج ایڈوکیٹ کی کہانی "شیر کا احسان" نقل کر کے بھیجی گئی ہے۔ اقرا عبدالجبار، حیدر آباد۔

● میں آٹھویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ سات سال سے ہمدرد نونہال پڑھتا ہوں، لیکن پہلی مرتبہ خط لکھ رہا ہوں۔ گزارش ہے کہ خط شائع کیا جائے۔ مئی کا رسالہ بہت ہی بھرپور تھا سرورق پر سارہ خان کی تصویر اچھی لگ رہی ہے۔ نظمیں بھی اچھی تھیں، لیکن پاکستان کا پرچم بہت اچھی لگی۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی اچھی لگی۔ مجھے اپنے بھائیوں کی تصویر لگوانی ہے۔ طریقہ نہیں معلوم ہے۔ محمد موسیٰ، پتا نامعلوم۔

> تین سے پانچ سال کے بچے کی تصویر اچھے موڈ میں ہو، بھیج سکتے ہیں۔ تصویر شوخ رنگ کے کپڑوں میں ہو اور پس منظر سادہ ہو۔ تصویر کئی مراحل سے گزر کر چھپنے کے لیے منتخب ہوتی ہے۔

● پہلی بات پڑھ کر مزہ آیا۔ اس کے بعد روشن خیالات اور نعت رسول مقبولؐ پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ اس کے بعد کہانیوں میں ماموں کا بھوت، بے بات کی بات، شیر کا احسان، سوتیلی ماں پڑھ کر بہت زیادہ لطف اندوز ہوا۔ دوسری کہانیاں بھی پیاری تھیں۔ نظموں میں چندا ماموں، گرمی، پاکستان کا پرچم بھی بہت اچھی تھی۔ محمد حامد رضا قادری، کاموکی۔

● ماموں کا بھوت، شیر کا احسان، بے بات کی بات، نعت رسول مقبولؐ اور بلاعنوان کہانی بے حد پسند آئیں۔ صفدان رضا قادری، نعمان رضا قادری، صدام حسین قادری، کاموکی۔

● مئی کا شمارہ پڑھا، زبردست لگا۔ نعت رسول مقبولؐ، ماموں کا بھوت، بے بات کی بات، شیر کا احسان، اور بلاعنوان کہانی بے حد پسند آئیں۔ آپ کی ہر تحریر سبق آموز اور مفید ہوتی ہے جس پر عمل کر کے ہم اپنی زندگی میں خوشیاں بھر سکتے ہیں۔ علیمہ نشان، خدیجہ نشان، نور فاطمہ قادری، کاموکی۔

● کہانیاں سب ہی بہت شان دار تھیں۔ ماموں کا بھوت سب سے اچھی لگی۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح بہت اچھے تھے۔ آمنہ افراسیاب، جنید، اویس، عائشہ، کراچی۔

● مئی کے شمارے کی تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور پر ماموں کا بھوت (وقار محسن)، بے بات کی بات (مسعود احمد برکاتی)، شیر کا احسان (ابن سراج)، احمقوں کی ہوشیاری (سمیعہ غفار میمن) بہت پسند آئیں۔ بلاعنوان کہانی خاص نہیں تھی۔ آپ کی پہلی بات بھی بہت پسند آئی۔ نایاب حنیف، زاہد شاہ، کراچی۔

● ہمدرد نونہال کے مئی کے شمارے میں صندوق کے اندر (خلیل جبار)، ماموں کا بھوت (وقار محسن)، بلاعنوان کہانی (شمیم نوید)، بے بات کی بات (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ ملائکہ شیر خان، حیدر آباد۔

● مئی کا شمارہ اچھا لگا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی۔ اس مہینے کا خیال زبردست تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بلاعنوان کہانی، دوسرے نمبر پر صندوق کے اندر اور سوتیلی ماں جب کہ تیسرے نمبر پر بے بات کی بات اور احمقوں کی ہوشیاری تھیں۔ نظموں میں "گرمی" اچھی تھی۔ ہنسی گھر کچھ خاص نہیں تھا۔ نونہال ادیب میں کہانی چوری اچھی لگی۔ جب کہ "محنت میں عظمت" نقل شدہ ہے۔ مرشد نوید، کراچی۔

● مئی کا شمارہ اچھا تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ صندوق کے اندر کہانی سب کہانیوں سے نمبر لے گئی۔ حذیفہ احمد، کراچی۔

● سرورق اچھا تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بلاعنوان کہانی دوسرے نمبر پر صندوق کے اندر اور تیسرے نمبر پر بے بات کی بات تھیں۔ عزیر احمد، حفصہ احمد، کراچی۔

● مئی کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ کہانیاں تو بہت ہی اچھی تھیں خاص طور پر جیت یا ہار اور سوتیلی ماں کافی اچھی تھیں۔ نظمیں بھی بہت اچھی تھیں۔ علم دریچے پڑھ کر معلومات حاصل ہوئی۔ بلوشہ بلال، منیزہ بلال، کراچی۔

● مئی کا شمارہ بہت ہی عمدہ تھا۔ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک دل چسپ، معلومات سے بھرپور اور سبق آموز تھا۔ اسکواش تک ایک اچھوتا مضمون تھا، کیوں کہ اسکواش کے متعلق بہت کم پڑھنے کو ملتا ہے۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی بہت عمدہ تھی۔ اس کے علاوہ دولت یا زندگی، سوتیلی ماں اور ماموں کا بھوت بھی اچھی تھیں۔ نسرین شاہین کا مضمون "ملازم بچے" زبردست تھا۔ باقی مستقل سلسلے بھی اچھے تھے۔ محمد اجمل شاہین انصاری، چونگ سی۔

● مئی کے شمارے میں ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی سبق موجود تھا۔ عریشہ آمنہ، جویریہ حبیب الرحمن، کراچی۔

☆☆☆

جوابات معلومات افزا - ۲۲۱

سوالات مئی ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئے تھے

مئی ۲۰۱۴ء میں معلومات افزا-۲۲۱ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد پندرہ سے زیادہ تھی، اس لیے قرعہ اندازی کے ذریعے سے پندرہ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان پندرہ نونہالوں کو انعامی کتاب بھیجی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے والد کا نام عمران تھا۔
۲۔ قرآن پاک کے سب سے پہلے حافظ حضرت عثمان غنیؓ تھے۔
۳۔ امیر تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندستان پر حملہ کیا تھا۔
۴۔ فارسی زبان میں علامہ اقبال کی پہلی کتاب اسرارِ خودی ہے۔
۵۔ ۱۱-ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم کا انتقال ہوا، اس روز ہفتہ تھا۔
۶۔ مشہور انقلابی شاعر حبیب جالب کا انتقال مارچ ۱۹۹۳ء میں ہوا تھا۔
۷۔ پاکستان کی مسلح افواج کے زیرِ تربیت آفیسر کو کیڈٹ کہا جاتا ہے۔
۸۔ ''BENZOIN'' انگریزی زبان میں لوبان کو کہتے ہیں۔
۹۔ عبداللہ گل ترکی کے موجودہ صدر ہیں۔
۱۰۔ بل کلنٹن امریکا کے ۴۲ ویں صدر تھے۔
۱۱۔ آلٹی میٹر وہ آلہ ہے، جس سے بلندی کی پیمائش کی جاتی ہے۔
۱۲۔ ''مجروح'' عربی زبان میں زخمی کو کہتے ہیں۔
۱۳۔ اسلامی ملک شام کی کرنسی پاؤنڈ کہلاتی ہے۔
۱۴۔ ویت نام براعظم ایشیا میں واقع ہے۔
۱۵۔ اردو زبان کا محاورہ ہے: اونٹ جب پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔
۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے — ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** ماہم شہباز احمد، عکاشہ عثمانی، سید محمد فیضان، عریشہ بنت حبیب الرحمٰن، تحریم خان

☆ **حیدرآباد:** نسرین فاطمہ، سید محمد عمار حیدر ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری

☆ **سکھر:** فلزہ مہر ☆ **بہاول پور:** مبشرہ حسین ☆ **فیصل آباد:** سیدہ شہر بانو

☆ **پپلاں (میانوالی):** وقار حسین ملک ☆ **ملتان:** در صبیح

☆ **وزیر آباد:** شانزہ وسیم ہاشمی ☆ **کرک:** روحین زمان

۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے کام یاب نونہال

☆ **کراچی:** اریبہ امجد رند حاوا، سید زین العابدین، تسمینہ ادریس کھتری ☆ **سکرنڈ:** صادقین ندیم خانزادہ، منور سعید خانزادہ راجپوت ☆ **ٹھیاری:** عبدالرزاق سموں۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** سیدہ مریم محبوب، سیدہ سا لک محبوب، سید عقبان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید شہبطل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سبیلہ کرن، سیدہ اریبہ بتول، ناعمہ تحریم لقمان، محمد صہیب علی، محمد حبیب الرحمٰن، کومل فاطمہ اللہ بخش، کلثوم محمد یوسف، عبدالباسط، علینہ اختر، عدینہ آصف، فلزہ طاہر، زینب زاہد، وجیہہ قیصر، محمد آصف انصاری، صدف احمد، عبدالسبحان ☆ **حیدرآباد:** عائشہ امین عبداللہ، ماہ رخ ☆ **میر پور خاص:** فاطمہ اسلم آرائیں، طوبیٰ محمد اکرم، منتہیٰ اعظم مغل، بشریٰ اعظم مغل، لاریبہ اعظم مغل، کائنات محمد اسلم ☆ **سکھر:** عمارہ ثاقب، مریم کنول محمد بشیر ☆ **بہاول پور:** محمد اسامہ اقبال، محمد احمد شاکر ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل، عاتکہ طاہر ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن، آرزو فاطمہ، وہاج عرفان، ابوبکر ایوب، محمد صابر قمر، مطیع الرحمٰن ☆ **چکوال:** بشریٰ صفدر، ضحیٰ زینب ☆ **راولپنڈی:** کومل سلیم، وحید حیدر چوہان ☆ **دولت پور:** ایمن سعید خانزادہ ☆ **جعفر آباد (بلوچستان):** عمران خان کنبار ☆ **کوئٹہ:** فبیہا طاہر خان ☆ **لسبیلہ (بلوچستان):** طوبیٰ احمد صدیقی ☆ **ملتان:** ایمن ☆ **واہ کینٹ:** سیدہ عروج فاطمہ ☆ **گوجرانوالہ:** حسن

رضا سردار ☆ **اٹک:** عمیرہ عدیل ☆ **آزاد کشمیر:** شہریار احمد چغتائی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** سیدہ اریبہ زہرا، دریشہ وسیم، تہمینہ شبیر، سید محمد موسیٰ، فہد فدا حسین کیریو، طٰہٰ عبداللہ، شمسہ کنول عثمانی، مسکان، عطاء اللہ، عائشہ جاوید خانزادہ، ایمن رضوان، یوسف کریم، کرن مرسلین ☆ **حیدرآباد:** ملک محمد زاہد، ملائکہ خان ☆ **بھکر:** رانا محمد اسامہ ضرغام، محمد مجیر خان ☆ **گوجرانوالہ:** اسلام حسین قادری، محمد حامد رضا قادری، نور فاطمہ قادری ☆ **جہلم:** سعد سہیل جہلمی، سیماں کوثر ☆ **راولپنڈی:** حفصہ ناصر، وردہ عمر ☆ **پشاور:** محمد حمدان، عبدالمعز اسلم خان ☆ **میرپور خاص:** دیپا کھتری اوم پرکاش ☆ **لاڑکانہ:** سرکشا کماری ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** آصف علی کھوسہ، شیراز سکندر منگی ☆ **کھوسکی:** سرفراز احمد ☆ **لاہور:** امتیاز علی ناز ☆ **واہ کینٹ:** محمد شعیب انور ☆ **مالاکنڈ:** اسوہ عمران۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** عبیر کامران، رضی اللہ خان، توید احمد فرید، جویریہ عبدالمجید، فاطمہ عمران احسن، نمیرا مسعود، علیزہ سہیل ☆ **حیدرآباد:** دعا ذوالفقار بجانی ☆ **میرپور خاص:** زبیر احمد ☆ **کوئٹہ:** زینب بلوچ ☆ **کمالیہ:** حافظ محمد عادل فہد ☆ **کشمور:** عبدالغفار کھوسو ☆ **مظفر گڑھ:** فاطمہ حسنین بودلہ ☆ **سرگودھا:** محمد عادل جاوید ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **راولپنڈی:** شام سہیل ☆ **اسلام آباد:** جویریہ ریاض۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ **کراچی:** سندس آسیہ، اقبال احمد، اریبہ عظیم، مہوش حسین ☆ **حیدرآباد:** پیر حیدر علی شاہ ☆ **ٹنڈو الٰہیار:** محمد صمیان خان کے کے ☆ **بہاول پور:** حرا مختار ☆ **کشمور:** طارق محمود کھوسو ☆ **بھکر:** رانا بلال احمد ☆ **سرائے عالمگیر:** اسامہ ظفر راجا ☆ **جہلم:** سیدہ تبین فاطمہ عابدی ☆ **کرک:** پیرزادہ سید میر محمد آفتاب عالم سرحدی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ **کراچی:** احمد مصطفیٰ، محمد طٰہٰ، علینہ وسیم، پلوشہ بلال ☆ **حیدرآباد:** ام فریعہ عمر بخش ☆ **اوتھل:** رابعہ انور جمالی ☆ **ٹنڈو الٰہیار:** عریشہ ارشد ☆ **ملتان:** صائم عاصم صدیقی ☆ **گجر خان:** مریم لاثانی ☆ **گوجرانوالہ:** لائبہ مدنی ☆ **پنڈ دادن خان:** عائشہ ثاقب جنجوعہ۔ ☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال مئی ۲۰۱۴ء میں جناب شمیم نوید کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین بہترین عنوانات (آسان راستہ، نفسیاتی حربہ اور چور دروازہ) کا انتخاب کیا ہے۔ یہ عنوان ہمیں مختلف جگہوں سے پانچ نونہالوں نے بھیجے ہیں۔ ان نونہالوں کو انعام کے طور پر ایک کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا عنوان: آسان راستہ ۱۔ وقار ولی خان، ٹاؤن شپ، لاہور

۲۔ ماہم خان، لانڈھی، کراچی

دوسرا عنوان: نفسیاتی حربہ ۱۔ زینب بلوچ، سیٹ لائٹ ٹاؤن، کوئٹہ

۲۔ ارسلان اللہ خاں، لطیف آباد، حیدر آباد

تیسرا عنوان: چور دروازہ ۱۔ محمد حیان خان، زریاب کالونی، پشاور

چند اور اچھے اچھے عنوانات

شیخی خورہ۔ اُلٹی ہوگئی سب تدبیریں۔ بڑا بول۔ سیانا کوا۔

انوکھا تجربہ۔ بُرے پھنسے۔ خفیہ راستہ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: زونیرہ ریاض الحسن، علینہ اختر، ربیعہ توقیر، صبا عبدالغنی، حانیہ اشرف، احمد دانیال، علیزہ سہیل، رضی اللہ خان، یسریٰ حبیب، کرن افضل، محمد معصب علی، اسماء کریم، سبیلہ کرن، عائشہ عثمانی، طہورا عدنان، صدف آسیہ، بشریٰ قریشی، مسکان عطاء اللہ، محمد اذعان خان، اریبہ امجد

رندھاوا، ایمن احمد، کلثوم محمد یوسف، مہوش حسین، سویرا آفتاب، پارس فدا حسین کیریو، مشعل
نایاب، واجد نگینوی، کرن مرسلین، ناعمہ تحریم، تسمینہ ادریس کھتری، سیدہ اریبہ بتول، عرشیہ نوید،
کومل فاطمہ، اللہ بخش، اقبال احمد، نادیہ اقبال، تہمینہ شبیر، بادیہ سہیل، حذیفہ، عدیبۃ آصف، سید محمد
موسیٰ، محمد حبیب الرحمٰن، مناد بلال، سیدہ نمیرہ مسعود، مصامص شمشاد غوری، مشال نوین، فلزہ طاہر
، عریشہ حبیب الرحمٰن، عبہر کامران، سیدہ جویریہ، سید محمد طلحہ، عائشہ جاوید خانزادہ، سیدہ اریبہ
زہرا، عبدالرحمٰن قیصر، مسیبہ وسیم، حذیفہ الحق انصاری، عبدالوہاب، محمد بلاول بلال، علینہ وسیم،
طاہرہ اشرف، فضل ودود خان، احسن محمد اشرف، محمد فیضان ملک، محمد فہد الرحمٰن، محمد عثمان خان، علی
حسن محمد نواز، محمد اویس، معین الدین غوری، رضوان ملک، طاہر مقصود، محمد عزیر، فضل قیوم خان،
لائبہ عبدالمجید، شازیہ انصاری، سیدہ دانیہ قرأت، سیدہ جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شبطل
علی اظہر، سید عفان علی جاوید، سید مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، عیشہ عظیم، فرزام انیس، احمد
مصطفیٰ، صدف احمد، صبا حافظ مصطفیٰ کمال، طحہٰ عبداللہ، عائشہ عمران احسن، سیدہ علیزہ رضوی، نوید
احمد فرید، تحریم خان، عبدالسبحان، لیلومہ ☆ حیدرآباد: مقدس، ماہ رخ، ملائکہ خان، انوشہ سلیم
الدین، دعا ذوالفقار بچانی، جویریہ اشتیاق، عائشہ ایمن عبداللہ، سیدہ تسبیحہ شاہد، سعد عبداللہ بنگش
☆ **ٹنڈو الہیار:** انوشہ ارشد، محمد سیف اللہ خان قائم خانی ☆ **میرپور خاص:** حمزہ محمد اشرف
آرائیں، دیپا کھتری اوم پرکاش، نورالہدیٰ اشفاق، مدثر اشرف، لائبہ اعظم مغل، بشریٰ اعظم
مغل، منتہیٰ اعظم مغل، وقار احمد بلال، کائنات محمد اسلم، طوبیٰ محمد اکرم، حفصہ نادر خان، عاقب
اسماعیل ☆ **سانگھڑ:** یسریٰ کشف خان، علیزہ ناز منصوری، سائرہ نازش خان، محمد عبدالرؤف عرف
(اظفر) ☆ **نواب شاہ:** ارم بلوچ محمد رفیق، پیر حیدر علی شاہ، سمعیہ طالب قریشی ☆ **سکھر:** عمارہ
ثاقب، ثمرہ مہر، سمعیہ وسیم، مریم کنول محمد بشیر ☆ **کوئٹہ:** فیہا زاہد خان ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** آصف علی
کھوسہ، عمران خان کنبار ☆ **بہاول پور:** محمد اسامہ اقبال، محمود احمد شاکر، مبشرہ حسین

☆ **میانوالی:** مزمل نقوی، وقار حسن مانک ☆ **ملتان:** عیشہ عاصم صدیقی، ایمن ☆ **سرگودھا:** ماہ نور افتخار، محمد علیان جاوید ☆ **جہلم:** سعد سہیل جہلمی، مصباح خالد محمود، سیماں کوثر ☆ **بھکر:** رانا محمد اسامہ، رانا بلال احمد، محمد مجیر خان ☆ **لاہور:** ماہین صباحت، عطیہ جلیل، وہاج عرفان محمد صابر قمر، امتیاز علی ناز، محمد اجمل شاہین انصاری، نوشیرواں ملک ☆ **چکوال:** بشریٰ صفدر، جویریہ بی بی، ضحیٰ زینب ☆ **راولپنڈی:** شائم سہیل، محمد شعیب انور، محمد عبداللہ ہاشم، رومیسہ زینب چوہان، محمد حسان رضا خان، ہادیہ فاطمہ، داؤد ابراہیم ورک ☆ **گوجرانوالہ:** فاطمہ اسلم، ماہ نور افضل، حسن رضا سردار، محمد حامد رضا قادری، صدام حسین قادری، نور فاطمہ قادری ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل، عمیر محمد، محمد ولید طاہر ☆ **اسلام آباد:** محمد حمزہ فارانی، جویریہ ریاض ☆ **آزاد کشمیر:** محمد جواد چغتائی، اسج احمد ☆ **کوہسکی:** سرفراز احمد ☆ **لسبیلہ (بلوچستان):** طوبیٰ احمد صدیقی ☆ **مکران (بلوچستان):** ذلیہ عبدالمجید دشتی ☆ **کشمور:** طارق محمود کھوسو ☆ **رحیم یار خان:** حفصہ نثار احمد ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسن الحسن ☆ **گجر خان:** مریم لاثانی ☆ **سرائے عالمگیر:** اسامہ ظفر راجا ☆ **کمالیہ:** حافظ محمد عادل نوید ☆ **قصور:** ہمایوں اسلم چودھری ☆ **کلورکوٹ:** عامر سہیل ☆ **مظفر گڑھ:** فاطمہ حسنین بودلہ ☆ **اٹک:** عمیرہ عدیل ☆ **چارسدہ:** رنڈا ظفر ☆ **کرک:** پیرزادہ سید میر محمد آفتاب عالم سرحدی ☆ **دولت پور:** ایمن سعید خانزادہ ☆ **پنڈ دادن خان:** ناحیہ ثاقب جنجوعہ، راجا ثاقب محمود جنجوعہ ☆ **ٹمیاری:** عبدالرزاق سموں، عبدالرؤف سموں ☆ **شہداد پور:** مسکان محمد حسین ☆ **گھوٹکی:** وقار احمد تغیو ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** شیراز سکندر منگی ☆ **کنڈیارو:** بہادر علی حیدر بلوچ۔

☆☆☆

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
غُفران	غُ ف رَ ا ن	بخشش۔
بالو	با لُ و	ریت۔ ریگ۔ بھٹے کے وہ ریشے جو داڑھی کی طرح ہوتے ہیں۔
مُوگری	مُو گَ رِ ی	کوٹنے کا آلہ۔
نِہال	نِ ہا ل	تازہ اُگا یا ہوا پودا۔ بے فکر۔ خوش و خرم۔
نَقاہت	نَ قا ہَ ت	ضعف۔ کمزوری۔ ناتوانی۔ ناطاقتی۔
دَرز	دَ رْ ز	دراز۔ شگاف۔ جھری۔
مَبہوت	مَ ب ہُو ت	حیران۔ ہکا بکا۔ مدہوش۔
چُندھا	چُ نْ دَ ھا	وہ شخص جس کی آنکھیں روشنی کی تاب نہ لا سکیں۔ کم نظر۔
تَہلکہ	تَ ہْ لَ کہ	کھلبلی۔ آفت۔ کہرام۔ تباہی۔
پِیادہ	پِ یا دَ ہ	پیدل۔ شطرنج کا ایک مہرہ۔ شاہی سرکار۔ چپڑاسی۔
رَفو چکر ہونا	رَ فُو چَ کْ کَ رْ ہو نا	بھاگ جانا۔ چل دینا۔ روپوش ہو جانا۔
رَسائی	رَ سا ئی	پہنچ۔ باریابی۔ داخلہ۔ مہارت۔
طُیور	طُ یُ وْ ر	پرندے۔ چڑیاں۔ طیر کی جمع۔
وَرغلانا	وَ رْ غَ لا نا	بہکانا۔ بھڑکانا۔ دھوکا دینا۔
پادری	پا دْ رِ ی	عیسائی مذہب کا پیشوا۔ عیسائی واعظ۔
نَکہت	نَ کْ ہَ ت	خوشبو۔ مہک۔
جارحیت	جا رِ حِی یَ ت	لڑائی میں پہل۔ دوسرے ملک پر بلاوجہ حملہ۔
ہَولناک	ہَوْ لْ نا ک	بھیانک۔ ڈراؤنا۔ وہ جن کے دیکھنے سے دل میں خوف پیدا ہو۔